نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَیْئًا فَبَلَّغَہٗ کَمَا سَمِعَہٗ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو رونق بخشے جس نے میری بات سنی اور اسی طرح دوسروں تک پہنچایا۔

درسِ حدیث

مع شرعی سوالات وجوابات

از

مفتی محمد انفاس الحسن چشتی

شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ صمدیہ دار الخیر پھپھوند شریف

ناشر

شعبہ نشر واشاعت جامعہ صمدیہ دار الخیر پھپھوند شریف ضلع اوریا یوپی

درسِ حدیث مع شرعی سوالات وجوابات

مفتی محمد انفاس الحسن چشتی

شعبہ نشر واشاعت جامعہ صمدیہ دار الخیر پھپھوند شریف ضلع اوریا یوپی

نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَیْئاً فَبَلَّغَہٗ کَمَا سَمِعَہٗ(ترمذی)

درس حدیث

مع شرعی سوالات وجوابات

از

مفتی محمد انفاس الحسن صاحب چشتی

شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ صمدیہ دار الخیر پھپھوند شریف

ناشر

شعبہ نشر واشاعت جامعہ صمدیہ دار الخیر پھپھوند شریف

نام کتاب: درس حدیث مع شرعی سوالات وجوابات

از: حضرت مفتی محمد انفاس الحسن صاحب چشتی

پروف: مولانا محمد توقیر رضا چشتی، مولانا کوثر علی صمدی، مولانا افسر چشتی صمدی، مولانا آفتاب عالم صمدی، جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف

صفحات: 216

سن اشاعت: رجب المرجب ۱۴۳۶ھ / مطابق مئی ۲۰۱۵

تعداد اشاعت: 3100

ملنے کے پتے

(۱) جامعہ صمدیہ دارالخیر پھپھوند شریف ضلع اوریا یوپی

(۲) مکتبہ صمدیہ جامع مسجد پھپھوند شریف ضلع اوریا یوپی

(۳) خواجہ بک ڈپو جامع مسجد دہلی

تقسیم کار

تنظیم اہلِ سنت او، ایچ، بی، چمن گنج کان پور یوپی

بفیض روحانی

سند المحققین سید المفسرین، اعلم العلما، صدر مجلس علماے اہل سنت حافظ کلام باری وصحیح بخاری

حضرت علامہ شاہ خواجہ سید عبد الصمد چشتی مودودی رضی اللہ عنہ

(ولادت: ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۳ء۔ وصال: ۱۳۲۳ / ۱۹۰۵ء)

رئیس الفقہا، محبوب رب ذوالمنن، خواجہ بندہ نواز

سید شاہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ولادت: ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸٦ء۔ وصال: ۱۳۸۴ھ / ۱۹٦۴ء)

سید المتوکلین، امام الکاملین اکبر المشائخ،

حضرت علامہ الحاج سید شاہ محمد اکبر میاں چشتی رضی اللہ عنہ

بانی جامعہ صمدیہ دار الخیر پھپھوند، ضلع اوریا یوپی

(ولادت: ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء وصال: ۱۴۲۹ھ / ۲۰۰۸ء)

جامع علوم وفنون، خلیفہ خواجہ بندہ نواز

حضرت علامہ محمد رفیق الحسن چشتی مصباحی امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان،

(تلمیذ صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی مصنفِ بہار شریعت)

آستانہ عالیہ رفیقیہ ڈیرہ پور شریف ضلع کان پور دیہات

(وصال ۴/ ربیع الاول ۱۴۰٦ھ / ۱۸/ نومبر ۱۹۸۵ء دوشنبہ مبارکہ)

نذرِ عقیدت

افتخارِ اہل سنت، سید المتوکلین، امام الکاملین، مرشدِ گرامی، اکبر المشائخ

حضرت علامہ الحاج الشاہ سید محمد اکبر میاں چشتی

علیہ الرحمۃ والرضوان

کی خدمتِ بابرکت میں

جو اپنے اسلاف کی علمی وروحانی وراثتوں کے امین وپاسبان

اور

رئیس الفقہا حضور خواجہ بندہ نواز شاہ سید مصباح الحسن چشتی

علیہ الرحمۃ والرضوان

کے سچے وارث وجانشین تھے

جن کی نگاہِ کیمیا اثر نے

نہ جانے کتنے حوادث سے بچا کر میری زندگی میں انقلاب برپا کر دیا

اور ہر ہر قدم پر دستگیری کی

اسیر اکبر المشائخ

محمد انفاس الحسن چشتی غفرلہ

انتساب

میرے محسن ومربّیِ خاص

بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، استاذ العلماء، سیدی استاذی الکریم

حضرت علامہ **مفتی محمد رحمت اللہ صاحب قبلہ** قادری بلرام پوری

افاض اللہ علینا برکاتہم، شیخ الحدیث وصدر مفتی مدرسہ عربیہ مدینۃ العلم بھدوہی

کے نام

جن کے فیضانِ نظر اور خصوصی توجہات کے سبب

میں اس خدمت کے لائق ہوسکا

دعاؤں کا طالب

محمد انفاس الحسن چشتی غفرلہ

خادم الطلبہ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف

تقریظ جلیل

جامع معقول ومنقول استاذ الاساتذہ حضرت علامہ الحاج مفتی رحمت اللہ صاحب قبلہ

شیخ الحدیث مدرسہ مدینۃ العلم گوپی گنج بھدوہی یوپی

قرآن کریم جس طرح اسلامی احکام وقوانین اور آفاقی رشد وہدایت کا حقیقی سرچشمہ ہے، ٹھیک اسی طرح احادیث طیبہ اور سنت نبویہ بھی اسلام کے اصول و مبادی اور مطالب ومقاصد کا حقیقی سرچشمہ ہیں۔ ایک مسلمان جس طرح زندگی کے کسی بھی لمحہ میں قرآن کریم سے بے نیاز نہیں، وہ زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں احادیث مبارکہ سے بھی بے اعتنا نہیں ہو سکتا۔ مہد سے لحد تک کے تمام احکام و مسائل قرآن کریم کے ساتھ احادیث مبارکہ سے بھی مستفاد و ماخوذ ہیں، اس لیے مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان اپنی زندگی میں قرآن پاک اور حدیث نبوی علیہ التحیۃ والثنا سے مفر نہیں۔ یہی وجہ ہے فطری اور جبلی طور پر مسلمان مطالعہ قرآن اور مطالعہ احادیث نبوی سے خصوصی شغف رکھتا ہے اور قرآن وحدیث کے مفہوم ومطالب کو حاصل کرنے کی کامیاب سعی کرتا ہے۔ اسی لیے ہر دور میں جس طرح قرآن کریم کے درس وافادہ، تشریح وتوضیح، بیانِ مطالب ومارب اور ایضاح معانی ومقاصد کی مجلسیں آراستہ کی جاتی رہی ہیں اور قیامت تک کی جاتی رہیں گی، ٹھیک اسی طرح درس حدیث کا شغل و شغف اور اہتمام وانہماک بھی عہد صحابہ سے آج تک مسلسل برپا اور بتواتر جاری وساری ہے، جگہ جگہ علمائے ربانیین، محدثین و معلمین، مرشدین ومسترشدین اور متقی وصالحین درس حدیث کے لیے مجالس ومحافل سجاتے ہیں

جس میں احادیث طیبہ کے معانی و مطالب ، اوامر و نواہی ، روز مرہ سے متعلق مسائل ، ضروری وضاحت ، احادیث کے جامعیت میں چھپے ہوئے زر و جواہر ، مستنبط احکام ، ایمان و عمل کو تقویت و جلا بخشنے والے اور تعلق مع اللہ و مع الرسول کو مضبوط و مستحکم کرنے والے فوائد بیان ہوتے ہیں ، جذبہ عمل بیدار ہوتا ہے ، اور خدا اور سول کی فرمانبرداری کی صلاحیتوں کو مہمیز دی جاتی ہے ۔ خوش قسمتی سے ہندوستان میں بھی جگہ جگہ درس حدیث کی مجلسیں فیض بار ہیں ۔

مشہور صنعتی شہر کانپور کی محفل درس حدیث عرصہ دس سال سے اصلاحِ عقائد و اعمال ، تعمیرِ کردار اور حسنات و برکات کی سوغات بانٹ رہی ہے اور فیض رسانی نیز اپنی نمایاں خدمات اور امتیازات کی بنیاد پر کسی تعارف و تشہیر کی محتاج نہیں ۔ اس محفل درس حدیث کے بانی ، روح رواں ، اور اس کے مجسم وجود و بقا کا محور حقیقی ہیں ، فاضل جلیل ، حضرت علامہ الحاج مفتی محمد انفاس الحسن صاحب چشتی زید مجدہ جو اپنی گوناگوں خصوصیات اور خوبیوں کے سبب ہندوستان کے گنے چنے علما میں ایک ہیں ۔ کانپور کی سرزمین پر یہاں کے مسلمانوں کی صلاح و فلاح کی خاطر مسلسل دس سال سے حضرت حدیث پاک کے درس و افادہ ، ایضاح و افاضہ اور افہام و تفہیم کی بے لوث خدمت انجام دے رہے ہیں ۔ حضرت کی اس دس سالہ عظیم خدمات کے اعتراف میں اہل کانپور نے ایک عظیم الشان دینی پروگرام کا اہتمام کیا ہے جس کی ایک کڑی اس طویل عرصہ میں بیان کی گئی احادیث سے ایک ایسے عمدہ انتخاب کی اشاعت بھی ہے جو تہذیب نفس اور تزکیہ اخلاق کا مرقع ہو ، تعمیر انسانیت اور درستگی احوال و عقائد و اعمال و اصلاح باطن کے لیے پر تاثیر اور خاصا اثر آفریں

ہو۔ یہی مجموعہ انتخاب اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے ذریعہ آپ اپنی بے راہ اور بے رونق زندگی کو پر نور اور بارونق بنائیں، نفس و شیطان کے مکائد کی نشاندہی، نفسانی اور اخلاقی بیماریوں کا علاج، تعلق مع اللہ و تعلق مع الرسول اور نسبت باطنی کے حصول کے اس اہم ذریعہ سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور حضرت مفتی صاحب قبلہ دامت معالمھم اور ان کے اربابِ حل و عقد کو اپنی دعاہائے شب و روز سے نوازیں۔

مولائے کریم رؤف رحیم سے بصدق و اخلاص دعا ہے کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی مساعی جمیلہ اور خدمات دینی کو قبولیت تامہ عطا فرمائے اور انہیں اور ہم سب کو ایمان و اخلاص اور صدق نیت پر ثابت قدم رکھے اور دارین میں جزائے خیر مرحمت فرمائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین۔

کتبہ الفقیر الیٰ مولاہ الغنی

رحمت اللہ القادری

خادم مدرسہ عربیہ مدینۃ العلم بھدوہی

۲۵/ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

۱۵/ مئی ۲۰۱۵ء جمعہ مبارکہ

تقریظ جلیل

مفکر قوم وملت حضرت علامہ مولانا الحاج سید محمد انور چشتی دام ظلہ العالی

سربراہ اعلیٰ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف ضلع اوریا یوپی

نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے فرمودات عالیہ قرآن کریم کے بعد شریعت اسلامیہ کا سب سے بڑا سرچشمہ ہیں۔ احادیث کریمہ میں انسانی زندگی کے ہر ہر گوشے کی رہنمائی موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے اقوال و افعال کے ذریعہ مسلمانوں کو ایمان وعقیدے سے لے کر آدابِ معاشرت تک کے واضح اصول بتا دیے ہیں، حیاتِ انسانی کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جہاں آپ کی سیرت ہماری رہنمائی کرتی نظر نہ آتی ہو، خود قرآن کریم میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ”رسول کریم ﷺ کی حیات مبارکہ تمھارے لیے بہترین نمونہ عمل ہے۔لیکن افسوس کہ آج ہماری قوم کو اپنے نبی کے فرامین سے واقفیت نہیں ہے، مسلمان دنیا کے جھمیلوں میں اس قدر مصروف ہے کہ ان کے پاس دین سیکھنے اور شرعی احکامات کا علم حاصل کرنے کے لیے کوئی وقت نہیں، چند روزہ دنیاوی زندگی کے تب و تاب کو برقرار رکھنے کے لیے تمام جتن کیے جاتے ہیں، لیکن اخروی زندگی جو حقیقی اور ابدی زندگی ہے اس کی صلاح وفلاح کے لیے کسی جدوجہد کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

علماے ربانیین ہر دور میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی نیابت کا فریضہ ادا کرتے ہوئے قوم کی اصلاح کے لیے جدوجہد کرتے رہے ہیں، اور بھٹکے ہوئے آہووں کو سوئے حرم

لے جانا ان کی زندگی کا اہم مقصد رہا ہے۔ الحمد للہ آج بھی علمائے مخلصین کی ایک ایسی جماعت موجود ہے جو محض رضائے الٰہی کی خاطر دین کی دعوت وتبلیغ کے حوالے سے بے لوث خدمات انجام دے رہی ہے، انہیں نہ تونام ونمود کی پرواہ ہے اور نہ ہی دنیاوی مال وزر کی طمع۔ حضرت مولانا مفتی محمد انفاس الحسن چشتی شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف بھی ان ہی علمائے دین میں ہیں جو بڑے اخلاص کے ساتھ مسلسل دین متین کی خدمت میں مصروف ہیں، تقریبا دس مقامات پر درس حدیث کا پروگرام پوری کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ ۲۰۰۴ء میں شہر کان پور میں انہوں نے مسلمانوں کو دین سے قریب کرنے کے لیے درس حدیث کے پروگرام کا آغاز کیا جو پوری پابندی کے ساتھ چلتا رہا، بڑی مسرت کی بات اس پروگرام کے دس سال کا عرصہ مکمل ہو رہا ہے۔ اس موقع پر مفتی صاحب نے بخاری شریف کی زیر درس ۵۳/ منتخب احادیث کا مجموعہ ترجمہ وتشریح کے ساتھ شائع کرانے کا ارادہ کیا ہے، انہوں نے اس مجموعے میں درس حدیث کے بعد پوچھے جانے والے ۷۸/ فقہی سوالات اور ان کے جوابات بھی شامل کر لیے ہیں، جو مفید اور کار آمد ہیں۔ میں مفتی صاحب کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی خدمات کو قبول فرمائے، اور مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین بجاہ حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

۲۵/ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ — **سید محمد انور چشتی**

۱۵/ مئی ۲۰۱۵ء شنبہ — خادم جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف

پیش لفظ

نبی کریم ﷺ کے ارشادات وفرمودات اسلامی شریعت کا اہم اساس ہیں، احادیث نبویہ کی تدریس وتعلیم اور ترویج واشاعت بڑی فضیلتوں کی باعث ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَیْئاً فَبَلَّغَہُ کَمَا سَمِعَہُ یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو بارونق کرے جس نے میری بات سنی اور اسے ویسا ہی دوسروں تک پہنچا دیا۔ درسِ حدیث پاک کی یہ ایک بڑی فضلیت اور دینا وآخرت کی سرخروئی کی ضمانت ہے ۔ رسولِ کریم ﷺ کے اس فرمانِ عالی شان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے علما ومحدثین نے ہر زمانے میں درسِ حدیث پاک کی محفلیں آراستہ کی ہیں، ان محافل میں شرکت کے لیے عشاقانِ حدیث نے دور دراز مقامات کا سفر کیا ہے۔ مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، کوفہ دمشق اور عالمِ اسلام کے مختلف بلاد وامصار میں درسِ حدیثِ پاک کی بڑی عظیم الشان مجالس کا تذکرہ تاریخ کے صفحات میں مذکور ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، نبی کریم ﷺ کے صدقہ وطفیل اور مشائخِ کرام کی توجہات وعنایات سے بندہ ناچیز نے بھی رسولِ کریم ﷺ کی احادیث کے درس کا سلسلہ متعدّد مقامات پر شروع کرر کھا ہے، یہ محافلِ درسِ حدیث میری نجات کا ذریعہ اور دنیاوآخرت کی سعادتوں کا باعث ہیں۔

کان پور کی سر زمین پر درسِ حدیث کا پروگرام تنظیم اہل سنت او ایچ بی کے زیرِ اہتمام عرشی انٹر کالج چمن گنج کان پور میں ۲۰۰۴ء میں شروع ہوا، اس کا داعیہ یہ ہوا کہ

مخدوم گرامی مرتبت حضرت علامہ مولانا الحاج سید محمد انور میاں چشتی دام ظلہ العالی سربراہِ اعلیٰ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف کسی موقع پر کان پور تشریف لے گئے تھے، وہاں شہر کے نوجوانوں کی ایک ٹیم نے حضرت سے ملاقات کر کے شہر میں دینی واصلاحی کاموں کے حوالے سے گفتگو کی اور اس سلسلے میں بہتر لائحہ عمل کے سلسلے میں مشورہ کیا، حضرت پھپھوند شریف واپس ہوئے تو انہوں مجھے درسِ حدیث کے آغاز کا حکم فرمایا، اس کے بعد سیدی ومرشدی الکریم حضور اکبر المشائخ قدس سرہ کی اجازت اور دعاؤں کے ساتھ درسِ حدیث کا آغاز ہوا، ابتدا میں عرشی انٹر کالج کی دوسری منزل میں ایک ہال کے اندر پروگرام منعقد ہوتا رہا، بعد میں جب سامعین کی تعداد بڑھتی گئی تو اس پروگرام کو کالج کے باہر سڑک پر منعقد کیا جانے لگا۔ ۲۰۰۴ء سے اب تک یہ پروگرام مسلسل جاری ہے، لوگ ذوق وشوق کے ساتھ شرکت کرتے ہیں۔

بعد میں احباب کی خواہش پر جاجمئو اور فیتھفل گنج میں بھی درس حدیث کا پروگرام شروع ہوا، جو اب تک کامیابی کے ساتھ جاری ہے، ابھی حال ہی سفید جو ہی کالونی کان پور میں درسِ حدیث کا آغاز ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

تنظیم اہل سنت، او، ایچ، بی کے زیر اہتمام عرشی انٹر کالج چمن گنج کان پور میں منعقد ہونے والے پروگرام کو دس سال پورے ہو رہے ہیں، اس موقع پر خیال ہوا کہ درسِ حدیث میں زیر درس آنے والی احادیث اور درسِ حدیث کی محفل میں پوچھے جانے والے شرعی سوالات وجوابات کا ایک منتخب مجموعہ شائع کر دیا جائے تاکہ احادیث کے مضامین اور بیان کیے گئے شرعی مسائل تحریری شکل میں سامعین وقارئین کے ہاتھوں تک

پہنچ جائیں اوراس کاافادہ عام ہو۔

اسی مقصدِ خیر کے پیشِ نظر اس کتاب کو مرتب کیا گیا ہے ۔ اس کتاب میں کل ۵۳؍ احادیث مع ترجمہ وتشریح شامل کی گئی ہیں، کیوں کہ یہ کتاب عام قارئین کو پیشِ نظر رکھ کر مرتب کی گئی ہے، اس لیے تشریح میں خاص طور سے احادیث کے مفاہیم ومطالب کو آسان اسلوب میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے اوراحادیث سے مستنبط مسائل اختصار کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں ، خالص علمی مباحث سے دانستہ طور پراحتراز کیا گیا ہے۔ قارئین کی آسانی کے لیے عربی عبارات کے اعراب و ترجمے کا خاص التزام کیا گیا ہے۔ شرعی سوالات وجوابات کے باب میں ۷۸/ سوالات اور ان کے جوابات شامل کیے گئے ہیں۔ یہ بات بہر حال ملحوظِ خاطر رہے کہ یہ وہ دروس ہیں جن سے عوام کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کواپنی بار گاہ میں قبول فرمائے، اور دنیاوآخرت کی سعادتوں سے نوازے آمین بجاہ حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ۔

محمد انفاس الحسن چشتی غفرلہ
خادم الطلبہ جامعہ صمدیہ دارالخیر پھپھوند شریف

۲۷؍ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ
۱۷؍ مئی ۲۰۱۵ء یک شنبہ

تقدیم

حضرت مولانا محمد ساجد رضا مصباحی، استاذ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف ضلع اوریا یوپی

دین کی تبلیغ واشاعت کا کام ہر دور میں ان ہی شخصیتوں کے ذریعہ انجام پایا ہے جن کے سینوں میں دین کا درد اور دلوں میں اخلاص ہوتا ہے، یہ بھی مسلم ہے کہ تبلیغِ دین کا کام جس قدر باعث اجر وثواب ہے اتنا ہی مشقت آمیز اور جاں گسل بھی، اس پر خار وادی میں کم ہی لوگوں کے قدم جم پاتے ہیں، مصائب وآلام اور حوادث زمانہ کا عزم واستقلال کے ساتھ مقابلہ کرنا ہر کس وناکس کی بات نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں اپنے دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے کچھ ایسے نفوس قدسیہ کا انتخاب فرماتا ہے جن کا عزم و حوصلہ چٹانوں سے ٹکرا کر بھی پست نہیں ہوتا، جو ایک مخلص داعی کی حیثیت سے دعوت دین کی راہ میں پیش آنے والی ہر مصیبت کو خنداں پیشانی کے ساتھ برداشت کر لیتے ہیں، انہیں نہ تو گرد وپیش کے یارانِ وفا کا خیال ہوتا ہے اور نہ ہی راستے کی رکاوٹ بننے والے نام نہاد مخلصین کا۔ ان کی نگاہ صرف منزل پر ہوتی اور ان کا کاروانِ عمل سیلِ رواں بن کر چٹانوں کے سینے کو پاش پاش کرتا ہوا منزل مقصود کے دروازے پر دستک دیتا نظر آتا ہے۔

کہتے ہیں کہ کسی زرخیز زمین کے دامن کو لالہ زار بنانا اور اسے نوع بنوع گل بوٹوں سے آراستہ کرنا آسان ہوا کرتا ہے، لیکن سنگلاخ زمین کے سینے کو غنچہ وگل کا پیرہن عطا

کرنے کے لیے صبر آزما اور زہر اگداز مراحل سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ مبلغِ اسلام وسنیت جامع معقول منقول حضرت علامہ مفتی محمد انفاس الحسن چشتی دام ظلہ العالی شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف کا تعلق بھی انہیں سرفروشوں کی جماعت سے ہے جو کانٹوں کی سیج کو غنچوں کا نکھار اور شبِ دیجور کو نور ونکہت کی بہار عطا کرنے کا عزم و حوصلہ رکھتے ہیں، آپ کے نہاں خانہ دل میں اسلام وسنیت کی تبلیغ و اشاعت کا جذبہ بیکراں موج زن ہے، آپ کی حیات مستعار کے شب وروز اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے وقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی خوبیوں سے نوازا ہے۔ آپ بے مثال عالم، تجربہ کار مفتی، بافیض مدرس، صحیح معنوں میں واعظ وخطیب اور نادر المثال داعی ومبلغ ہیں۔ جامعہ صمدیہ جیسے عظیم ادارے کی صدارت، مدرسہ محمدیہ مصباح العلوم ڈیرہ پور، اور جامعہ ام الورع للبنات ڈیرہ پور کی سربراہی وقیادت کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اترپردیش کے مختلف اضلاع میں دس دس مقامات پر صحیح بخاری شریف کے ماہانہ درس کا پوری پابندی سے اہتمام، اس کے علاوہ ملک کے مختلف علاقوں میں دین وسنیت کی تبلیغ واشاعت کے لیے تبلیغی دورے، ان تمام مصروفیات کا توازن برقرار رکھنا آپ ہی کا حصہ ہے۔

آج سے دس سال قبل ۲۰۰۴ء میں شہر کان پور کی سرزمین پر خالص دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے پہلی بار درس حدیث کا پروگرام شروع ہوا، یہ پروگرام صرف دو گھنٹے کے مختصر دورانیے کا ہوتا ہے۔ جس میں ایک گھنٹہ بخاری شریف کی حدیث پاک کا درس دیا جاتا ہے، اور اخیر میں سامعین کو سوالات کی اجازت دی جاتی ہے، کان پور شہر میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا پروگرام تھا جو کئی جہتوں سے عوام اہل سنت کے لیے مفید اور نفع بخش بھی

تھا، کان پور کی عوام اہل سنت نے اس پروگرام کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اسے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اہل علم اور نوجوان طبقہ اس پروگرام میں جوش وخروش سے شرکت کرنے لگا، موسم کی بے رخی یا حالات کی ناسازگاری کبھی بھی اس پروگرام کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی، الحمد للہ درس حدیث کا یہ متبرک پروگرام دس سال سے پوری پابندی کے ساتھ جاری ہے اور انشاءاللہ آئندہ بھی جاری رہے گا، آج اس پروگرام کو شروع ہوئے دس سال مکمل ہو گئے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ پر یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور انعام ہے ورنہ آج کے حالات میں یکسوئی او رتسلسل کے ساتھ دس سالوں تک اس طرح کے پروگرام کو جاری رکھنا نہایت صبر آزما عمل ہوتا ہے۔"ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء"۔

تنظیم اہل سنت او، ایچ، بی کے ارباب حل وعقد بھی تبریک وتحسین کے مستحق ہیں جن کی مساعی جمیلہ سے عرشی انٹر کالج چمن گنج کان پور میں دس سالوں تک درس حدیث شریف کی محفل پورے نظم وضبط کے ساتھ منعقد ہوتی رہی۔

ممدوحِ گرامی حضرت مفتی محمد انفاس الحسن چشتی صاحب قبلہ آفاقی افکار ونظریات کے حامل ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں علم وعمل کے ساتھ فکر وتدبر سے بھی خوب نوازا ہے، وہ وقتی ہنگاموں اور عارضی جلوہ سامانیوں میں اپنے آپ کو مگن کر کے اپنے نصب العین سے صرف نظر کرنے کے قائل نہیں ہیں، تبلیغِ دین کے حوالے سے وہ ایک منظم اور مستحکم لائحہ عمل رکھتے ہیں جس پر پوری توانائی کے ساتھ عمل پیرا ہیں۔ انہیں نہ تو کسی کی تعریف و

توصیف کی ضرورت ہے، نہ ہی کسی تنقید کرنے والے کی نقدِ بے جا سے ان کا کاروانِ عمل متاثر ہوتا ہے۔

ان کے آفاقی افکار اور دعوتِ دین کے حوالے سے ان کے مستحکم نظریات کا ایک ثبوت یہ کتاب "درس حدیث **مع شرعی سوالات و جوابات**" بھی ہے، درس حدیث شریف کے دس سال مکمل ہونے پر وہ چاہتے تو ایک بہت بڑا جشن منعقد کرا کے داد و تحسین کا خراج وصول کرتے اور اپنی دس سالہ محنت و مشقت کی قیمت، عزت و شہرت کے ساتھ نذر و نیاز کی صورت میں وصول سکتے تھے، لیکن انہوں نے عارضی شہرت اور دنیا کے چند کھوٹے سکوں کی طرف کبھی توجہ نہیں کی۔ اس موقع پر انہوں نے اپنی قوم کو زیر درس آنے والی منتخب حدیثوں کا ایک خوبصورت مجموعہ اپنی تشریح و ترجمہ کے ساتھ پیش کیا تاکہ درس حدیث شریف کی محفل میں بیان کی باتیں ہمیشہ کے لیے تحریری شکل میں محفوظ ہو جائیں اور آنے والی نسلیں بھی اس کے فیوض و برکات سے مستفیض و مستنیر ہوں۔

درس حدیث کے پروگرام میں کیے جانے والے سامعین کے سوالات اور ان کے جوابات کی تعداد ہزاروں ہے، جن کو کتابی شکل میں مرتب کر دیا جائے تو کئی جلد تیار ہوں جائیں گی لیکن انہوں نے سرِ دست درس حدیث کے اس مجموعے میں ۷۸ر منتخب شرعی سوالات اور ان کے جوابات شامل کیے ہیں، یہ سوالات نہایت مفید اور کار آمد ہیں، جو عام لوگوں کے ساتھ آئے دن پیش آتے ہیں۔

کتاب کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ متنِ احادیث کو اعراب و حرکات سے مزین کر دیا گیا ہے، تاکہ عام قارئین کو کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے، اس کے ساتھ ترجمہ

وتشریح میں بھی سادہ اسلوب بیان اختیار کیا گیا ہے۔تشریح میں اصلاحی پہلوؤں پر توجہ دی گئی ہے،دقیق علمی مباحث اور فقہاے کرام کے درمیان مختلف فیہ امور پر بحث کرنے کے بجائے قولِ راجح کو اختیار کرتے ہوئے حدیث کا ماحصل پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ شرعی سوالات کے جوابات میں فقہی جزئیات بھی نقل کر دیے گئے اور ان کا ترجمہ بھی کر دیا گیاہے جس کی وجہ سے ان کی افادیت دوبالا ہوگئی ہے۔

حضرت علامہ محمد انفاس الحسن چشتی دام ظلہ کا وجود مسعود ہمارے لیے ایک بڑی نعمت ہے،اللہ انہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے،ان کی ذات سے دین و سنیت کی جو خدمات انجام پا رہی ہیں انہیں بیان کرنے کے لیے باضابطہ کتاب کی ضرورت ہے،اس وقت اتر پردیش کے متعدّد اضلاع میں آپ کی دینی ودعوتی سرگرمیاں پورے آب و تاب کے ساتھ جاری ہیں،درسِ حدیث کا ماہانہ پروگرام کان پور کے چمن گنج،جاجمئو، فیتھفل گنج، سفید جوہی کالونی اور ڈیرہ پور، بھوگنی پور، کالپی، اورئی، باندہ، مہوبا، راٹھ، ہمیر پور وغیرہ مقامات پر منعقد ہوتا ہے،آپ پورے اخلاص کے ساتھ ان پروگراموں میں شرکت فرماتے ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ اپنے اس عظیم محسن و مربی کی حیات کے چند تابندہ گوشے قارئین کی خدمت میں پیش کروں تاکہ ان کی زندگی ہماے لیے نمونہ عمل بنے ان کا طرزِ حیات ہمارے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو،ذیل کے سطور میں ہم حضرت مفتی صاحب کی حیات مبارکہ کی چند جھلکیاں پیش کرتے ہیں۔

خاندانی پس منظر:

حضرت مفتی انفاس الحسن چشتی دام ظلہ ایک نیک، شریف اور علم دوست خاندان میں پیدا ہوئے، آپ کے خاندان میں علم وادب کی کئی اہم ہستیاں پیدا ہوئیں، شعر وسخن کا ذوق بھی آپ کے خانوادے کی وراثت رہی ہے۔آپ کا دادیہال پھپھوند شریف ہے، لیکن آپ کے والدماجد نے نانیہال قصبہ ڈیرہ پور ضلع کان پور دیہات میں سکونت اختیار کرلی تھی۔آپ اس وقت ڈیرہ پور ہی میں سکونت پذیر ہیں۔

والدماجد:

حضرت مفتی صاحب کے والد ماجد واقف اسرار شریعت جامعِ معقول ومنقول حضرت علامہ رفیق الحسن صاحب قبلہ مصباحی امجدی رحمۃ اللہ علیہ زبردست عالم ومفتی، بافیض استاذ اور نہایت عابدو زاہد اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ متعدّد علوم وفنون پر کامل بصیرت رکھتے تھے، وہ صدرالشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی مصنفِ بہارِ شریعت کے شاگردِ رشید تھے، آپ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی تربیت میں تقریبا آٹھ سال تک رہے اور ان سے کسبِ فیض فرماتے رہے۔ حضرت صدر الشریعہ جب تک دادوں علی گڑھ کے مدرسہ حافظیہ میں اپنا علمی فیضان تقسیم فرماتے رہے آپ بھی ان کی خدمت میں حاضر رہے۔ دادوں علی گڑھ کے بعد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان بریلی شریف تشریف لے گئے، توآپ بھی اپنے استاذ کی خدمت میں بریلی شریف حاضر ہو گئے اور صدرالشریعہ کی بافیض درس گاہ سے علم وفن کی موتیاں چنتے رہے۔ حضرت صدر الشریعہ کی درس گاہ میں آپ کے ہم درس رفقامیں علامہ عبد المصطفی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔

حضرت علامہ رفیق الحسن صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان فقہ وافتا کے ساتھ دیگر علوم وفنون پر بھی مہارت رکھتے تھے، آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا، متعدّد فنون کی کتابوں کی عبارتیں آپ کو زبانی یاد تھیں، ضعیف العمری میں بھی بہت ساری کتابوں کی عبارتیں بلا تکلف زبانی پڑھا کرتے تھے۔ حضرت مفتی انفاس الحسن چشتی دام ظلہ نے ایک موقع پر فرمایا کہ میں ابتدائی درجات کا طالب علم تھا، چھٹیوں کے موقع پر گھر آیا کرتا تھا، تو والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ لیٹے لیٹے نحو وصرف اور دیگر فنون کی کتابوں کی عربی عبارتیں پڑھ کر مجھ سے ان کے مطالب بیان کرنے کا حکم فرماتے، اس ضعیف العمری میں ان کے قوت حافظہ پر میں حیرت زدہ رہ جاتا تھا۔ آپ اکثر اوقات کتابوں کے مطالعہ میں مصروف رہتے، آپ کے سرہانے ایک کتاب ہمیشہ رکھی رہتی، جب جب موقع ملتا مطالعے میں مصروف ہو جاتے۔

حضرت علامہ رفیق الحسن مصباحی امجدی رحمۃ اللہ علیہ جامع اسرار شریعت، رئیس الفقہاء خواجہ بندہ نواز حضرت سید شاہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ عنہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ اپنے پیر ومرشد سے حد درجہ محبت فرمایا کرتے تھے، اور آپ کے پیر ومرشد آپ سے۔ اپنے پیر ومرشد کی عظمت آپ کے دل میں کس قدر جاں گزیں تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سرکار خواجہ بندہ نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ملبوس مبارک آپ کے دولت خانے میں تھا، آپ جب گھر میں فاتحہ کا اہتمام فرماتے تو تخت پر فرش بچھا کر بڑے اہتمام سے وہ ملبوس شریف سامنے رکھتے، پھر ادب واحترام کے پیشِ نظر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھا کرتے، اس لباس مبارک کے وسیلے سے دعا کیا کرتے۔ حضرت

مفتی صاحب نے ایک موقع پر اپنے والد ماجد کا تذکرہ تے ہوئے فرمایا "کہ میرا طالب علمی کا زمانہ تھا، والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد کا لباس مبارک اپنے ہاتھوں میں لیے دعا فر مارہے تھے، اے رب ذوالجلال مجھے مال و دولت کسی چیز کی خواہش نہیں، تو اس لباس مبارک کے صدقے میں میرے بیٹے کو عالم باعمل بنا دے"۔آج حضرت مفتی صاحب کے علم و عمل اور زہد و تقوی کو دیکھ کر آپ کے والد ماجد کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے اس دعا کی قبولیت پر صدفی صد یقین ہو گیا ہے۔

حضرت خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے علم و عمل اور زہد و تقویٰ پر بے پناہ اعتماد فرمایا کرتے تھے، آستانہ عالیہ صمدیہ پر منعقد ہونے والے سالانہ عرس کے ایام میں پنج وقتہ نمازوں کی امامت اور جلسہ عام کے انعقاد کی ذمے داری آپ کے سپرد تھی، آپ زندگی بھر آستانہ عالیہ کی اس خدمت کو سعادت سمجھ کر انجام دیتے رہے، آپ کے وصال کے بعد یہ خدمت حضور اکبر المشائخ حضرت علامہ سید شاہ محمد اکبر میاں چشتی علیہ الرحمہ کے فیوض و برکات سے آپ کے صاحب زادے حضرت مفتی محمد انفاس الحسن چشتی دام ظلہ انجام دے رہے ہیں۔

حضرت علامہ رفیق الحسن رحمۃ اللہ علیہ دنیا اور اہلِ دنیا سے بے نیاز گوشہ نشیں رہا کرتے تھے، سادگی ایسی کہ پوری زندگی اپنا پکا مکان نہیں بنوایا اور ایک ٹوٹے پھوٹے مکان میں زندگی بسر کر دی، لباس نہایت سادہ استعمال فرمایا کرتے، آپ کے پاس پہننے کے لیے ایک ہی جوڑا ہوتا، جب یہ گندا ہو جاتا تو اتار کر دھلوا لیتے، جب سوکھ جاتا تو اسی کو دوبارہ زیب تن فرما لیتے، جب تک وہ جوڑا قابلِ استعمال رہتا دوسرا جوڑا نہیں سلواتے، ایک

تنار پور کان پور دیہات کے ایک عقیدت مند جناب ادریس خاں صاحب کے یہاں قیام فرماتھے ، آپ کا کپڑا گندہ ہو چکا تھا، وہ جب آپ کے کپڑے دھلنے کے لیے لے گئے تو بوسیدہ کپڑا دیکھ سائیکل سے پوکھرایاں بازار پہنچے، بازار سے نیا کپڑا خریدا اور سلوا کر تیار کرایا، جب نماز کا وقت ہوا تو حضرت نے کپڑا منگوایا، وہ آپ کے لیے نئے کپڑے لے کر حاضر ہوئے، آپ نے کہا یہ تو میرے نہیں ہیں، میرے کپڑے کہاں ہیں، انہوں نے کہا کہ حضور کپڑا پرانا ہو گیا تھا، اس لیے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے میں نے یہ نیا کپڑا تیار کرایا ہے، اگر شرف قبولیت بخشیں تو میرے لیے یہ نہایت مسرت وسعادت کی بات ہوگی۔ آپ نے ان کے اخلاص اور اصرار پر مجبور ہو کر قبول فرمالیا، انہوں نے عرض کیا حضور اگر آپ کا پہنا ہوا پرانا کپڑا ہمیں مل جائے تو ہمارے گھر میں یہ خیر و برکت کا باعث ہوگا۔ آپ نے اپنی بنیائن کو لے کر اس کے دو ٹکڑے کیے ، ایک ٹکڑا اپنے پاس رکھا، دوسرا ٹکڑا اپنے مرید کو یہ کہتے ہوئے عنایت فرمایا کہ یہ کپڑا اپنی دادی کو دے دو اور ان سے کہو کہ پوتا مبارک ہو، جب پوتا پیدا ہو تو سب سے پہلے یہ کپڑا پہنانا، آپ کی مبارک زبان سے نکلی ہوئی بشارت سچ ثابت ہوئی اور جناب ادریس صاحب کو ولدِ صالح کی پیدائش ہوئی۔ سچ کہا ہے کہنے والے نے:

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ حلقوم عبداللہ بود

حضرت علامہ رفیق الحسن رحمۃ اللہ علیہ تواضع وانکساری کے پیکر تھے، آپ جب کبھی اپنے کسی عقیدت مند کے گھر تشریف لے جاتے تو اسے دوسروں کو اپنی آمد کی خبر کرنے سے منع فرمادیتے، آپ یہ قطعا پسند نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپ کے آگے پیچھے

چلیں، مریدین کا جمگھٹا ہو، شاہانہ شان وشوکت کے ساتھ آپ کا استقبال کیا جائے۔ آپ اپنے اوقات کو ذکرو اذکار میں گزار ناپسند فرماتے، اسی لیے بھیڑ بھاڑ سے دور تنہائی میں رہنا پسند تھا۔ خود نمازوں کے پابند تو تھے ہی اپنے گھر کے تمام افراد کو بھی نماز کی پابندی کراتے، گھر میں خلاف شرع کوئی کام انجام نہیں پاتا تھا۔ صبح فجر کی نماز سے بہت پہلے بیدار ہو جاتے، معمول کے تمام اوراد و وظائف سے فارغ ہوتے تو فجر کی نماز کا وقت ہوتا، فجر کی نماز کے بعد پھر اپنے معمولات میں مصروف ہو جایا کرتے تھے، دلائل الخیرات شریف پڑھتے، پھر نماز اشراق سے فارغ ہونے کے بعد چائے نوش فرماتے۔ روزانہ کا یہی معمول تھا۔

حضرت مفتی محمد انفاس الحسن چشتی دام ظلہ فرماتے ہیں: "کہ جب آپ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو کوئی دن پہلے عجیب خوشبو پھیلنے لگی، جس سے پورا گھر معطر ہو جایا کرتا تھا، میں نے والدماجد سے عرض کیا کہ یہ خوشبو کہاں سے آتی ہے، تو آپ نے فرمایا یہ ہمارے مشائخ کا فیضان ہے اور ان کے فیوض وبرکات کی خوشبو ہے، وصال سے چند دن قبل جب کان پور کے ایک ہاسپیٹل میں زیر علاج تھے، وہاں بھی یہی کیفیت تھی، عجیب خوشبو پھیلتی، حضرت ہاسپیٹل کے جس کمرے میں قیام فرما تھے، اسی سے متّصل ہاسپیٹل کی ایک کیبن تھی جس میں ملازمین بیٹھتے تھے، اس خوشبو کو یہ لوگ بھی محسوس کر رہے تھے، جب ان سے رہا نہیں گیا تو آخر ہم لوگوں سے پوچھ ہی بیٹھے کہ آپ لوگوں میں کون اتنا اچھا سینٹ لگاتا ہے جس کی خوشبو چاروں طرف پھیل رہی ہے"۔

کان پور میں علاج کے دوران ڈاکٹروں نے آپ کو حرکت کرنے اور کچھ بولنے

سے منع کر دیا تھا، کیوں کہ آپ کو دل کی بیماری لاحق ہو گئی تھی اور بولنا اس کے لیے نقصان دہ تھا، لیکن آپ ڈاکٹروں کے مشورے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسلسل اوراد و وظائف پڑھتے رہتے، حضرت مفتی صاحب نے ان سے عرض کیا کہ حضور! ڈاکٹروں نے حرکت کرنے اور بولنے سے منع کیا ہے، یہ نقصان دہ ہو سکتا ہے، آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر بے وقوف ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، الا بذکر اللہ تطمئن القلوب، اللہ کے ذکر سے دل کو اطمینان حاصل ہو تا ہے، نہ کہ نقصان۔ کان پور میں علاج ہی کے دوران ۴/ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ دوشنبہ کو آپ کا وصال ہو گیا۔ وصال کے کئی گھنٹے بعد بھی آپ کی پیشانی مبارک سے باضابطہ پسینہ بہہ رہا تھا، نماز جنازہ ڈیرہ پور میں حضرت مفتی محمد انفاس الحسن چشتی دام ظلہ نے پڑھائی۔ خانقاہ کے احاطے میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ کا مزار پر انوار ڈیرہ پور شریف میں آج بھی مرجع خلائق ہے، آستانہ عالیہ رفیقیہ کے احاطے میں ہر سال ۱۷/ ربیع الاول شریف کو عرس رفیقی کا انعقاد شریعت مطہرہ کی روشنی میں ہوتا ہے۔ آپ کے بعد آپ کے لائق وفائق صاحب زادے حضرت مفتی محمد انفاس الحسن چشتی دام ظلہ اس مقدس خانقاہ کے سجادہ نشیں ہیں۔

تعلیم و تربیت:

حضرت مفتی محمد انفاس الحسن چشتی دام ظلہ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ان کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں ہوئی، آستانہ عالیہ صمدیہ مصباحیہ پھپھوند شریف میں جامعہ صمدیہ کے نام سے مدرسے کا قیام ہوا، اور بحیثیت استاذ جامع معقول و منقول حضرت مفتی رحمت

اللہ صاحب قبلہ دام ظلہ اور فاضل جلیل حضرت مولانا مجاہد حسین رضوی مصباحی بلائے گئے، آپ کے والد ماجد حضرت علامہ رفیق الحسن صاحب حضرت مفتی رحمت اللہ صاحب قبلہ کے علم و عمل سے متاثر تھے، لہٰذا انہوں نے اپنے صاحب زادے کو تعلیم کے لیے ان کے حوالے کر دیا، جب تک حضرت مفتی رحمت اللہ صاحب یہاں مدرس رہے آپ بھی ان کی خدمت میں رہے، کچھ دنوں بعد جب وہ یہاں سے مستعفی ہو کر دارالعلوم غریب نواز تشریف لے گئے تو انہوں نے حضرت مفتی صاحب کے والد گرامی کے نام ایک خط بھیج کر فرمایا کہ علامہ مشتاق احمد نظامی کے ادارہ دارالعلوم غریب نواز الہ آباد میں میری تقرری ہو گئی ہے سلمہ کے بارے جو خیال ہو آگاہ فرمائیں۔ آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دارالعلوم غریب نواز الہ آباد بھیجنے کا فیصلہ فرمایا، آپ کو الہ آباد بھیجنے سے پہلے آپ کے والد ماجد نے تین نصیحتیں کیں، ۱۔ پڑھنے میں محنت کرنا۔ ۲۔ استاذ کی خدمت کرنا۔ ۳۔ استاذ کی مرضی کے خلاف کوئی کام مت کرنا۔ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد کی اس نصیحتوں پر سختی سے عمل کیا اور اللہ کے فضل سے اس کی برکتیں مجھے ملیں۔ دارالعلوم غریب نواز میں آپ نے اپنے مشفق استاذ اور مربی خاص حضرت مفتی رحمت اللہ صاحب قبلہ کی خاص نگرانی اور تربیت میں اپنی تعلیم کا سفر جاری رکھا، فراغت سے دو سال قبل سے ہی آپ نے فتویٰ نویسی کی مشق بھی شروع کر دی تھی، روزانہ بعد نماز عصر قاضی شہر الہ آباد حضرت مولانا سید مقبول حسین صاحب کے دارالافتاء میں تشریف لے جایا کرتے اور فتویٰ نویسی کا کام انجام دیا کرتے تھے، ۱۹۸۹ء میں دار لعلوم غریب نواز الہ آباد سے ہی آپ کی فراغت ہوئی۔

بیعت وخلافت:

حضرت مفتی انفاس الحسن صاحب قبلہ افتخار اہلِ سنت سید المتوکلین اکبر المشائخ حضرت سید محمد اکبر میاں چشتی رضی اللہ عنہ کے دست حق پر داخل سلسلہ ہیں، آپ اپنے پیر ومرشد سے بے پناہ محبت فرماتے ہیں، اپنی کامیابیوں کو اپنے پیر ومرشد اور اپنے مشائخ کا فیضان مانتے ہیں، یہی اصول طریقت بھی ہے۔ حضور اکبر المشائخ بھی آپ سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے، انہیں آپ کے علم وتقویٰ پر اعتماد تھا، وہ آپ کی دینی خدمات سے بے حد خوش تھے۔ آپ کے پیر ومرشد نے آپ کو تمام سلاسل کی خلافت اور جملہ اوراد واشغال کی اجازت بھی عطا فرمائی، بلکہ آپ کو اجازت حدیث سے بھی نوازا۔

حضور اکبر المشائخ رضی اللہ عنہ ایک عظیم خانقاہ کے شیخ طریقت اور ولی کامل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک زبردست عالمِ دین بھی تھے، ان کی حیاتِ مبارکہ بڑی روشن اور تابناک تھی، وعلم وعمل کے پیکر، سنت وشریعت کے پابند اور زہد وتقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، توکل علی اللہ ان کا خاص وصف تھا، ان کی حیات عشقِ رسول سے عبارت تھی، ان کی حیات کے تابندہ نقوش آج بھی گم گشتگانِ راہ کے لیے مینارہ ہدایت ہیں، انہوں نے خانقاہِ صمدیہ کے مسند ارشاد وہدایت پر جلوہ افروز ہوکر دین ومذہب کی جو لازوال خدمات انجام دیں، وہ آبِ زر سے لکھے جانے قابل ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ مقبولیت عطا کی تھی، جو بھی ان کی زیارت کا شرف حاصل کرتا انہی کا ہوکر رہ جاتا، وہ آستانہ عالیہ کے مسند ارشاد وہدایت پر بیٹھ کر لاکھوں لوگوں کے دلوں پر حکومت کیا کرتے تھے، وہ تمام تر عظمتوں کے باجود نہایت سادہ مزاج اور عاجزی وانکساری کے پیکر تھے، اللہ تعالیٰ نے ان

کے اندر دین کی حمیت کا جذبہ کامل طور پر ودیعت فرمایا تھا، وہ شرعی معاملات میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے، انہوں نے پوری زندگی عزیمت پر عمل کیا، ان کے نزدیک دین کی تبلیغ واشاعت سب پر مقدم تھا، وہ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا اور اہلِ دنیا سے کنارہ کش رہا کرتے تھے، انہوں کبھی دنیا حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی، لیکن اہلِ دنیا ان کے قدموں میں سرِ نیاز جھکانا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے۔ علم اور علما سے وہ حد درجہ محبت فرمایا کرتے تھے، دین کی سرخروئی کے لیے اشاعتِ علم دین کو از حد ضروری سمجھتے تھے، اسی لیے انہوں نے کچھوچھہ شریف کی سرزمین پر ایک دانش گاہ جامعہ صمدیہ قائم فرمایا جو آج ایک عظیم تعلیم گاہ کی حیثیت سے پورے ملک میں متعارف ہے۔

حضور اکبر المشایخ رضی اللہ ایک عظیم خانقاہ کے سجادہ نشیں ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست عالم ومحقق بھی تھے، وہ اپنے بزرگوں کی علمی وراثتوں کے امین وپاسبان تھے، آپ علمِ قرآن، تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فقہ اصولِ فقہ، میراث وغیرہ پر کامل مہارت رکھتے تھے، کتابوں کا مطالعہ آپ کا محبوب مشغلہ تھا، آپ دینی مسائل پر گہری نظر رکھتے تھے، عموماً پیرانِ عظام حلقہ مریدین میں گھرنے کے بعد علمی مصروفیات سے دور ہو جاتے ہیں، لیکن حضور اکبر المشائخ رضی اللہ عنہ کی علمی سرگرمیوں میں زندگی کے آخری ایام تک کوئی فرق نہیں آیا، آپ کتابوں کا مطالعہ بڑی توجہ سے فرمایا کرتے تھے، جس کتاب کا مطالعہ شروع فرماتے اس کو اختتام تک پہنچا کر ہی چھوڑتے، جگہ جگہ حواشی بھی رقم فرماتے، آپ کو جب موقع ملتا کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان میں بے پناہ تاثیر عطا فرمائی تھی، آپ کی بارگاہ میں پریشان حال، بیمار اور مشکلات زمانہ کے ستائے لوگ حاضر ہو کر دعاؤں کی درخواست کرتے، آپ ان کے لیے صرف ایک جملہ ارشاد فرماتے، اللہ کرم فرمانے والا ہے، آپ کے اس جملے میں نہ جانے کیا تاثیر ہوتی، سب کی مرادیں پوری ہوتیں، پریشان شاداں و فرحاں لوٹتا، نامراد بامراد واپس ہوتا، بیماروں کو صحت یابی کا پروانہ مل جاتا، اس ضمن میں چند واقعات حضرت علامہ مفتی محمد انفاس الحسن چشتی دام ظلہ کی زبانی معلوم ہوئے جو یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

جھانسی کے جناب شفیق صاحب کے صاحب زادہ سخت علیل تھے، کینسر کا مرض لاحق تھا، ممبئی کے ماہر ڈاکٹروں کا علاج چل رہا تھا، لاکھوں روپے خرچ کیے جا چکے تھے ، لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا تھا، انہوں نے حضرت مفتی صاحب سے رابطہ کیا، آپ نے انہیں آستانہ عالیہ پر حاضری دینے کے لیے کہا، وہ حسبِ حکم آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے، حضرت کی بارگاہ میں ان کی پریشانی عرض کی گئی، حضرت نے ان کے صاحب زادے کے لیے دعا فرمائی اور پانی پر دم کر دیا، حضرت کی دعاؤں کا اثر یہ ہوا کہ مریض بالکل صحت مند اور تندرست ہو گیا۔ ممبئی واپس ہونے کے بعد جب ڈاکٹروں نے چیک اپ کیا تو حیرت میں پڑ گئے کہ مریض بالکل صحت مند تھا اور ان کا مرض بالکلیہ ختم ہو گیا تھا۔

ایک صاحب اور تھے جن کو ایڈز کا خطرناک اور مہلک مرض لاحق ہو گیا تھا، انہوں نے حضرت مفتی صاحب قبلہ سے اپنی پریشانی بیان کی، اور حضور اکبر المشائخ

سے دعا کرانے کے لیے کہا، وہ صاحب آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے، حضرت مفتی صاحب قبلہ نے حضور اکبر المشائخ کی خدمت میں ان کی پریشانی بیان کی، حضرت نے ان کے لیے صحت یابی کی دعا فرمائی، اور الحمدللہ وہ مکمل شفایاب ہوگئے۔

ایٹ کے ایک صاحب کی بیٹی کی بینائی چلی گئی تھی ،وہ صاحب پریشان حال تھے، حضرت مفتی انفاس الحسن صاحب سے انہوں نے اپنی پریشانی کا ذکر کرے ہوئے کہا کہ جوان لڑکی بینائی چلی گئی بڑی دقت کا سامنا ہے ، دعا فرمائیں ، اللہ بینائی لوٹا دے۔ حضرت مفتی صاحب نے ان سے فرمایا حضور اکبر المشائخ کے مزار مبارک میں حاضری دے کران کے وسیلے سے دعا کرو، انہوں نے آپ کے مزار مبارک پر حاضری دی اور گھر واپس ہوئے ، رات کو ان کی بیٹی سوئی، لیکن اس کا نصیبہ جاگ اٹھا، صبح جب بیدار ہوئی تو اس کی بینائی واپس آچکی تھی۔

حضور اکر المشائخ رضِی اللہ عنہ کے تصرفات اور کرامت کے بہت سارے واقعات ت ہیں ،یہاں صرف ان کی شخصیت کی ہلی سی جھلک پیش کرنے کے لیے چہ چند واقعات نقل کیے گئے۔

حضو اکبر المشائخ رضِی اللہ عنہ نام ونمود اور عزت وشہرت کی طمع وخواہش سے بہت دور تھے،ان کے اندر دین کا اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، وہ اخلاص وللّٰہیت کے پیکر جمیل تھے اور اہل اخلاص کو پسند فرمایا تھے۔ حضرت مفتی انفاس الحسن چشتی آپ کے چہیتے مرید وخلیفہ ہیں، آپ حضرت مفتی صاحب قبلہ سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے، ان

کی دینی وعلمی خدمات کو دیکھ کر خوش ہوا کرتے تھے، انہیں خاص دعاؤں سے نوازا کرتے تھے۔ حضور اکبر االمشائخ کا روحانی فیضان حضرت مفتی صاحب قبلہ آج بھی سایہ فگن ہے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ کوآپ کے والد ماجد حضرت علامہ رفیق الحسن مصباحی امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تمام سلاسل کی خلافت اور جملہ اوراد وظائف کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ آپ ان اوراد وظائف اور معمولات پر پابندی سے عمل کرتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کے استاذِ خاص حضرت علامہ مفتی رحمت اللہ قادری صاحب قبلہ نے بھی عین دستارِ فضیلت کے دن جملہ سلاسل کی خلافت اور جملہ اوراد ووظائف کی اجازت مرحمت فرمائی۔

تدریسی خدمات:

دارالعلوم غریب نواز الہ آباد سے فراغت کے بعد آپ نے تدریسی سفر کا آغاز خانوادہ عثمانیہ قادریہ بدایوں کے قدیم ادارہ مدرسہ قادریہ بدایوں سے کیا۔ مدرسہ قادریہ میں آپ اورآپ کے استاذ مربی حضرت مفتی رحمت اللہ صاحب قبلہ کی تقرری ایک ہی ساتھ ہوئی، ان دنوں مدرسہ قادریہ بدایوں کی نظامت مخدوم گرامی مرتبت حضرت علامہ الحاج سید شاہ انور میاں دام ظلہ فرمارہے تھے۔ امام علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی رحمہ اللہ، فقیہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمن مضطر رضوی، حضرت مولانا قاضی شہید عالم بھی ان دنوں یہیں تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے۔

مدرسہ قادریہ بدایوں کے بعد آپ بلہور ضلع کان پور دیہات کے مدرسہ شکوریہ

میں تدریسی فرائض انجام دینے لگے، یہاں آپ کے استاذ خاص حضرت مفتی رحمت اللہ صاحب کی بھی تقرری ہوئی، بے مثال استاذ اور باکمال شاگرد نے یہاں تین سالوں تک اپنے علوم وفنون کے خزانے لٹائے۔اس کے بعد آپ کی تقرری الہ آباد کے مدرسہ افضل المدارس میں ہوئی، آپ یہاں منتہی درجات کی کتابوں کی تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی کی خدمت بھی انجام دیا کرتے تھے، تقریبا چار سال آپ نے اس ادارے کو اپنے قیام سے شرف بخشا، حسن اتفاق کہ اسی دوران حضرت مفتی رحمت اللہ صاحب قبلہ بھی دار لعلوم افضل المدراس میں استاذ مقرر ہوئے۔ حضرت مفتی انفاس الحسن چشتی دام ظلہ کی گراں قدر خدمات، ادارے اور طلبہ کے تئیں آپ کے اخلاص اور آپ کی نیک مزاجی ونرم خوئی نے سب کے دلوں میں آپ کی محبت پیدا کر دی تھی، راقم الحروف ان دنوں مدرسہ گلشن اجمیر بہریاالہ آباد میں درجہ حفظ کا طالب علم تھا، ۱۰/ سال کی عمر تھی لیکن اچھی طرح یاد ہے کہ طلبہ آپس میں آپ کی تدریسی خوبیوں اور آپ کے تقویٰ وطہارت کا اکثر تذکرہ کیا کرتے تھے۔

پھپھوند شریف میں جامعہ صمدیہ کی توسیع کے بعد شعبہ درس نظامی کی تعلیم شروع کرنے کا ارادہ ہوا، آپ کے پیر و مرشد حضور اکبر المشائخ سید محمد اکبر میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جامعہ کے صدر المدرسین کے عہدے کے لیے آپ کا انتخاب فرمایااورآپ کے استاذ و مربی حضرت مفتی رحمت اللہ صاحب کو خط لکھ کر حکم فرمایا کہ مفتی انفاس الحسن صاحب کی جامعہ صمدیہ کو ضرورت ہے آپ انھیں جامعہ صمدیہ کی خدمات کے لیے پھپھوند شریف بھیج دیں، افضل المدارس کے بانی حضرت مفتی شفیق احمد شریفی جو آپ کے استاذ بھی ہیں، وہ

آپ کو ادارے سے علاحدہ ہونے کی کسی طرح اجازت نہیں دینا چاہتے تھے، لیکن انہوں نے بھی یہ کہہ کر اجازت دے دی "کہ اگر حضرت کا حکم نہ ہوتا تو میں کسی طرح آپ کو دارالعلوم چھوڑ کر جانے کی اجازت نہیں دیتا"۔

۲۰۰۰ء میں آپ جامعہ صمدیہ تشریف لائے، آپ کی آمد سے قبل جامعہ میں صرف حفظ وقراءت کی تعلیم ہوتی تھی، آپ کی تشریف آوری کے بعد درسِ نظامی کے شعبے کا بھی آغاز ہوا۔ آپ الہ آباد میں درسِ نظامی کی اعلیٰ اور منتہی درجات کی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے، اور یہاں بالکل ابتدائی تعلیم تھی، آپ ابتدائی درجات کے طلبہ کو درس دینے لگے، اور پورے اخلاص کے ساتھ ادارے کی تعلیمی ترقی کے لیے کوششیں کیں، اپنی بے پناہ صلاحتیوں سے تعلیم کا عمدہ ماحول تیار کیا، اپنے تجربات کی روشنی میں طلبہ کی تربیت کا عمدہ نظام قائم کیا، آپ آج بھی ادارے کی تعلیمی ترقی کے لیے مسلسل جدوجہد فرمارہے ہیں۔ حضرت علامہ الحاج سید محمد انور میاں دام ظلہ العالی کی قیادت ونظامت اور اہتمام وسربراہی اور آپ کی صدارت میں کل کا وہ چھوٹا سا ادارہ جس نے ابتدائی درجات کی تعلیم کے ساتھ اپنا سفر شروع کیا تھا آج اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ ترقی کے بام عروج پر ہے، اس وقت جامعہ صمدیہ میں حفظ وقراءت سمیت عالمیت، فضیلت اور افتا کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ جامعہ صمدیہ کے شیخ الحدیث و صدر المدرسین ہیں، اساتذہ کی ایک متحرک وفعال جماعت آپ کے زیر نگرانی جامعہ صمدیہ میں خدمات انجام دے رہی ہے۔

جامعہ صمدیہ میں اس وقت تقریبا 400 طلبہ اور 17/ اساتذہ ہیں، جامعہ کے

صدرالمدرسین ہونے کے ناطے آپ پر بڑی ذمے داریاں ہیں، کسی ادارے کی صدارت کا کام کتنا مشکل اور دماغ سوزی کا ہے، اس کا اندازہ سب کو نہیں ہو سکتا۔ طلبہ اساتذہ اور انتظامیہ کے مابین توازن برقرار رکھ کر ادارے میں خوش گوار فضا پیدا کرنے کے لیے حد درجہ دور اندیشی، سوجھ بوجھ اور حکمت و تدبیر کی ضرورت ہوتی ہے، الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تمام خوبیوں سے نوازا ہے، آپ کی کوششوں سے جامعہ میں ہمیشہ ایک خوش گوار اور آپسی محبت و اخوت کا ماحول رہا ہے۔ آپ جامعہ صمدیہ کے ماحول کو پاکیزہ اور نیک بنانے کے لیے گاہے گاہے پر تاثیر نصیحتیں فرمایا کرتے ہیں، جس سے طلبہ و اساتذہ سبھی مستفیض ہوتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر ان کے علم وعمل سے متاثر ہوں اور انہیں اپنا مربی تصور کرتا ہوں۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ اپنے اساتذہ کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے ہیں، ان کی قرار واقعی حیثیت کا ہر حال میں لحاظ فرماتے ہیں، ان کی ضرورتوں کا خیال فرماتے ہیں، بارہا کا تجربہ ومشاہدہ ہے کہ اساتذہ کو ضرورت کے وقت اپنی جیب سے پیشگی تنخواہیں دیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔

فتویٰ نویسی:

حضرت مفتی انفاس الحسن صاحب قبلہ جامعہ صمدیہ کی صدارت اور منتہی درجات کی کتابوں کی تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ جامعہ صمدیہ کا دارلافتا چوں کہ مغربی یوپی کا نہایت معتمد دارالافتا سمجھا جاتا ہے، اس لیے یہاں مختلف علاقوں سے کثیر استفتے آتے ہیں، آپ ان کا جواب قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں دیا کرتے ہیں۔ آپ کے نوک قلم سے اب تک ہزاروں فتاوے معرض وجود میں آچکے

ہیں، زمانہ طالب علمی سے اب تک آپ کے فتاویٰ کی تعداد کیا ہے یہ بتانا تو مشکل ہے لیکن جو فتاوے بھی موجود ہیں وہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ چوں کہ آپ ایک طویل فقہی تجربہ رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ذہن رسا سے نوازا ہے، محنت ومشقت کے عادی ہیں، کسی بھی مسئلے کو سرسری طور پر دیکھ کر گزر جانے کے قائل نہیں ہیں، اس لیے در پیش مسائل پر مکمل غور وخوض اور تحقیق وتفحص کے بعد ہی فتوی رقم فرماتے ہیں۔

تقریبا دس بارہ سال سے مجلسِ شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فقہی سیمیناروں میں پابندی سے شرکت فرمایا کرتے ہیں، مجلس شرعی کے منتخب موضوعات پر متعدّد فقہی وتحقیقی مقالات لکھ چکے ہیں، سیمینار کے بحث ومباحثہ میں بھی باضابطہ شریک ہوتے ہیں۔ کاش آپ کے فتاوی اور فقہی مقالات کی اشاعت عمل میں آجاتی تو فقہ کا یہ ایک بڑا سرمایہ محفوظ ہوجاتا۔

دینی وتبلیغی خدمات:

حضرت مفتی محمد انفاس الحسن صاحب چشتی دام ظلہ دین کے تئیں نہایت مخلص اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کے جمیل پیکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں دین کی دعوت وتبلیغ کا جذبہ فراواں ودیعت فرمایا ہے وہ اپنی تمام تر منصبی ذمے داریوں کے باوجود مختلف علاقوں میں تبلیغ دین کے لیے تشریف لے جاتے ہیں، وہ ایک بے مثال واعظ وخطیب ہیں لیکن موجودہ دور کے اسٹیجی خطبا سے ان کا کوئی موازنہ نہیں وہ صحیح معنوں میں دین کی تبلیغ اور مسلم معاشرے کی اصلاح کے لیے خطاب فرمایا کرتے ہیں۔ اسی لیے انہیں نذرانوں کی کوئی فکر نہیں ہوتی ہے۔ وہ ان علاقوں کو خاص طور سے ترجیح دیتے ہیں جہاں

لادینیت اور بد مذہبیت پھیل رہی ہو۔ خطاب اصلاحی اور قرآن و حدیث کے دلائل کی روشنی میں فرمایا کرتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ دین کے معاملے میں حد درجہ حساس اور غیرت وحمیت کے حامل ہیں۔ دین کی سرخروئی ان کے نزدیک سب سے مقدم ہے، دینی و مذہبی ضرورتوں کے لیے ہمہ دم تیار رہتے ہیں، اسلام و سنیت کا کہیں بھی کوئی مسئلہ در پیش ہوتا ہے تو اپنے رفقا کے ساتھ پہنچ کر اس کا حل نکالتے ہیں۔ اپنی گوناگوں کمالات کی وجہ سے بے پناہ مقبولیت اور اثر و رسوخ حاصل ہے، لیکن انہوں نے کبھی بھی اپنے اثر و رسوخ کا استعمال ذاتی مفادات کے لیے نہیں کیا۔

درسِ حدیث کے پروگراموں کا تذکرہ ماقبل میں گزر چکا، ان پروگراموں سے قوم کو جو فائدہ پہنچ رہا ہے اور جس موثر انداز میں دین کی تبلیغ و اشاعت ہو رہی ہے وہ بڑی بڑی کانفرسوں سے ممکن نہیں، آپ ان ماہانہ درس حدیث کے پروگراموں میں محض رضائے الٰہی اور دین کی تبلیغ کے لیے تشریف لے جاتے ہیں نذرانے کے لیے کوئی سفر نہیں ہوتا۔ اپنی گاڑی سے جاتے ہیں، تیل کی قیمت یا کرایہ بھی طلب نہیں فرماتے، یقیناً آج کے زمانے میں جب کہ دس ہزار سے کم کا کوئی مقرر دستیاب نہیں اور شاہانہ ناز و نخرے اس پر مستزاد۔ آپ کی یہ مخلصانہ خدمات حیرت انگیز ہیں۔ درس حدیث کے ان پروگراموں کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان میں بہت سارے ایسے تعلیم یافتہ نوجوان بھی حاضر ہوتے ہیں جو آزاد خیال یا بد مذہبیت سے متاثر ہوتے ہیں، حضرت مفتی صاحب کا خطاب چوں کہ نہایت سنجیدہ اور قرآن و حدیث کے دلائل سے مزین ہوتا ہے، اس لیے آپ کے خطابات

سے ان نوجوانوں کو اہل سنت کے معتقدات کے سلسلے میں غور وفکر کا موقع ملتا ہے۔ آپ کے ہاتھوں اب تک نوجوان کی ایک بڑی تعداد اپنی بدمذہبیت اور گمراہیت سے رجوع کر چکی ہے۔

جامعہ صمدیہ کے سربراہ اعلیٰ مخدوم گرامی مرتبت حضرت علامہ الحاج سید محمد انور میاں صاحب قبلہ انجمن چشتیہ صمدیہ مصباحیہ کے زیر اہتمام ہر سال شوال کے دوسرے عشرہ میں حج تربیتی کیمپ کا انعقاد فرمایا کرتے ہیں جس میں مختلف اضلاع کے عازمین حج شرکت کرکے حج کے مناسک سیکھتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ اس کیمپ میں حجاج کرام کی تربیت فرماتے ہیں، دو روزہ حج تربیتی کیمپ میں حج کے ضروری مسائل بتانے کے ساتھ انہیں عملی تربیت بھی دیتے ہیں، کعبہ شریف کا ماڈل سامنے رکھ کر طواف وسعی اور رمل وغیرہ ارکان کی تفصیلات بتائی جاتی ہیں۔

انجمن چشتیہ مصباحیہ پھپھوند شریف کے زیر اہتمام مختلف مقامات پر گاہے گاہے تعلیمی وتربیتی کیمپ کا بھی انعقاد ہوتا ہے جس میں فرزندان اسلام کو ضروری عقائد کے ساتھ ساتھ طہارت، نماز، زکات، روزہ، جنازہ، کفن، دفن وغیرہ کے مسائل بتائے جاتے ہیں، یہ عظیم خدمت بھی حضرت مفتی صاحب ہی انجام دیتے ہیں، ان کیمپوں میں سامعین کے لیے سوالات کا بھی وقفہ ہوتا ہے لوگ اپنی ضرورت کے مسائل پوچھتے ہیں اور حضرت مفتی صاحب قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں ان کا شافی حل پیش فرماتے ہیں۔

ممدوح گرامی حضرت مفتی محمد انفاس الحسن چشتی دام ظلہ نے دینی تعلیم کی ترویج و اشاعت کے لیے اتر پردیش اور ایم پی کے مختلف علاقوں میں متعدّد ادارے قائم فرمائے اور کئی اداروں کی سرپرستی فرمارہے ہیں، اپنے قصبہ ڈیرہ پور میں مدرسہ محمدیہ مصباح العلوم جو آپ کے والد ماجد حضرت علامہ رفیق الحسن مصباحی امجدی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے ایک مکتب کی شکل میں چلتا رہا لیکن اب آپ کی خصوصی توجہات کے سبب حفظ و قراءت کی تعلیم کا آغاز ہوچکا ہے، باضابطہ ہاسٹل اور مطبخ بھی ہے، بیرونی طلبہ ہاسٹل میں قیام کرکے تعلیم حاصل کرتے ہیں، تعمیرات کا کام بھی ہوا ہے۔ آپ نے بڑے حوصلوں کے ساتھ یہ سارے کام شروع کیے ہیں اور اللہ کے فضل سے بڑی خوش اسلوبی سے انجام پا رہے ہیں۔

آپ نے قوم کی بچیوں میں دینی تعلیم کے فروغ کے لیے بھی ایک ادارہ جامعہ ام الورع للبنات کے نام سے اپنے قصبہ ڈیرہ پور میں قائم فرمایا ہے جس میں باضابطہ تعلیم کا آغاز ہوچکا ہے، تقریبا پچاس طالبات اس وقت اس ادارے میں زیر تعلیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہمہ جہت دینی و تبلیغی خدمات کو قبول فرمائے۔

ردبدمذہباں۔

ممدوح گرامی حضرت مفتی انفاس الحسن چشتی دام ظلہ العالی ردو مناظرہ کی بھی عمدہ صلاحیت رکھتے ہیں، حاضر جواب ہیں، بدمذہب اور گمراہ فرقوں کی کتابوں اور عبارتوں پر گہری نظر ہے، ان کے فریب اور چال بازیوں سے بھی واقف ہیں، اسی لیے بڑے بلیغ انداز

میں بدمذہبوں کا رد فرماتے ہیں، دیابنہ کی تردید و ابطال آپ کا محبوب مشغلہ ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وصلحا کی شان میں گستاخی کرنے والے ان منافقوں سے سخت نفرت فرماتے ہیں، آپ اپنے ہر خطاب میں سامعین کو ان سے دور رہنے اور ان سے ہر طرح کے تعلقات منقطع کر لینے کی تاکید فرماتے ہیں۔ بدمذہبوں کی تردید و ابطال میں آپ کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے آپ کے تبلیغی علاقوں میں بہت حد تک ان کی سرگرمیاں متاثر ہیں، ان کے اجلاس بند ہیں، بدمذہبیت کی تبلیغ کا کام ٹھپ پڑا ہے، پورے علاقے کے دیابنہ، وہابیہ آپ کی سرگرمیوں سے پریشان ہیں اور آپ کو طرح طرح سے پریشان کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں، لیکن آپ جبل استقامت بن کر ان کی راہ میں حائل ہیں، دیوبندیوں کے بعض سربراہوں نے بارہا اس کا اظہار کیا کہ مفتی انفاس الحسن صاحب ان کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں، ایک زمانے سے اس پورے علاقے میں دیوبندیوں کا کوئی قابل ذکر پروگرام نہیں ہو سکا، دیوبندی مولوی طاہر گیاوی نے کئی بار اس علاقے میں آنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا، کانپور شہر کے دیوبندی مولویوں نے کان پور دیہات کی طرف اپنا رخ کیا تو حضرت مفتی صاحب نے انہیں اپنے گھر کا راستہ دکھایا، مولوی صدیق ہتھوڑوی بھی اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود مفتی صاحب کے اس علاقے میں اپنے مشن کو کامیاب نہیں کر سکا۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی تبلیغی خدمات کے یہ اشاریے ہیں جن پر تفصیلی گفتگو کی ضرورت ہے انشاء اللہ کسی موقع پر ان سارے گوشوں پر مکمل روشنی ڈالی جائے گی۔

زہد وتقویٰ

حضرت مفتی صاحب قبلہ نے ایک ایسے خانوادے میں شعور کی آنکھیں کھولیں جہاں ہر طرف اللہ اور اس کے رسول کا چرچا تھا، جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ آپ کے والد ماجد عابد و زاہد عالم دین تھے، آپ کی والدہ ماجدہ متقیہ اور پابند شریعت تھیں، تعلیم و تربیت کے لیے جس شخصیت کے حوالے کیا گیا یعنی نمونہ اسلاف حضرت مفتی رحمت اللہ صاحب قبلہ وہ بھی سنت و شریعت کے پابند ہیں، بیعت و ارادت کے لیے جس ذات کا انتخاب فرمایا وہ آسمان زہد و تقویٰ کے درخشندہ ستارے تھے، ان تمام شخصیتوں کی تربیت اور صحبت میں آپ نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا، آپ کے اندر زہد و تقویٰ کے اوصاف کا پیدا ہونا فطری بات تھی۔ آپ بچپن ہی سے نیک، سعید اور شریعت و سنت کے پابند رہے، اور آج بھی زہد و تقویٰ اور علم عمل کے حوالے سے اپنے معاصرین میں امتیازی حیثیت کے حامل ہیں، نمازوں کے سخت پابند ہیں، فرائض و واجبات کے ساتھ سنن و مستحبات کے بھی، اوراد و وظائف اور اپنے مشائخ کے معمولات و اشغال پر سختی سے پابند ہیں، دلائل الخیرات شریف کم عمری ہی سے پابندی کے ساتھ پڑھتے ہیں، سرکار دو عالم ﷺ پر درودِ پاک پڑھنا آپ کے نزدیک حد درجہ محبوب مشغلہ ہے، جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف میں ہر دو شنبہ کو بعد نماز ظہر درود پاک اور قصیدہ بردہ پڑھا جاتا ہے جس میں طلبہ اور اساتذہ شرکت کیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالی آپ کے علم و فضل میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور آپ کا سایہ

عاطفت ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔آمین بجاہ حبیبہ سید الکریم و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین ۔

۲۷/رجب المرجب۱۴۳۶ھ　　　　　محمد ساجد رضا مصباحی

۱۷/مئی۲۰۱۵ءیک شنبہ　　　　　خادم تدریس جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف

مشمولات

درس حدیث

اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

۱۔عن عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِي اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ[1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا بدلہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔ پس جس کی ہجرت (ترک وطن) دولت دنیا حاصل کرنے کے لیے ہو، یا کسی عورت سے شادی کی غرض سے ہو تو اس کی ہجرت ان ہی چیزوں کے لیے ہوگی جن کو حاصل کرنے کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔

تشریح:۔

یہ حدیث ایک بہت ہی اہم معنی پر مشتمل ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں سے ہے، نیز محدثین وفقہا کی خصوصی عنایتوں کا مرکز رہی ہے۔ آیت ربانی امام محمد بن اسماعیل بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب بخاری شریف کا آغاز اسی حدیث پاک سے فرمایا، امام شافعی رضی اللہ عنہ اس حدیث کو آدھا دین قرار دیتے ہیں۔ یہ حدیث

---

(1) صحیح البخاری :کتاب بدئ الوحی، باب کیف کان بدئ الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انسان کی نیت کی اہمیت کو واضح کرتی ہے اور اخلاصِ نیت کی تعلیم دیتی ہے، کیونکہ اجرِ اخروی کا مدار نیت کی کیفیت پر ہے، حسنِ نیت سے دنیوی کام بھی عبادت ہوجاتے ہیں جب کہ نیت میں اگر فساد واقع ہوجائے تو عبادات بھی رائگاں ہوجاتی ہیں اور جہنم جانے کا سبب بن جاتی ہیں۔ ایک دوسری حدیث پاک میں سرکار ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جسے امام مسلم نے حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تین لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ ایک عالم اور قاری قرآن خدا کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا۔ خدا اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، ساری نعمتیں اسے یاد بھی آجائیں گی، پھر ارشاد فرمائے گا کہ تم نے ان نعمتوں کا شکریہ ادا کیا؟ عرض کرے گا میں نے علم حاصل کیا لوگوں کو علم کا درس دیا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تو جھوٹا ہے، تو نے علم خوشنودی مولیٰ کی نیت سے حاصل نہیں کیا، بلکہ اس نیت سے حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے اور وہ کہا جاچکا۔ اب تیری غلط نیت کے باعث سوائے جہنم کے تیرے لیے کوئی دوسرا ٹھکانہ نہیں ہے، پھر حکم ہوگا اور فرشتے اسے منھ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ پھر دوسرا شخص خدا کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا۔ جسے خدا نے دنیا میں کثیر مال ودولت عطا فرمائی۔ اسے اپنی نعمتیں یاد دلا کر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ میری دی ہوئی دولت خرچ کرنے میں تیری نیت کیا تھی؟ وہ شخص عرض کرے گا، میں نے تیری رضا و خوشنودی کی نیت سے تیری راہ میں اپنا مال خرچ کیا۔ ارشاد ہوگا، تو جھوٹا ہے، تیرا مطمح نظر میری رضا نہیں تھی، بلکہ تو نے اس نیت سے خرچ کیا کہ تجھے سخی اور فیاض کہا جائے اور وہ کہا جاچکا۔ اب تیرا ٹھکانہ جہنم ہے۔ پھر حکم ہوگا اور فرشتے اسے منھ کے بل گھسیٹ کر دوزخ

میں ڈال دیں گے۔ پھر ایک شہید بارگاہ خدا میں پیش کیا جائے گا، خدا اسے اپنی نعمتیں یاد دلا کر پوچھے گا، میری ان نعمتوں کا استعمال تونے کیسے کیا؟ عرض کرے گا مولیٰ میں نے تیری خوشنودی کے لیے تیری راہ میں جہاد کیا، حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا، ارشاد ہوگا تو جھوٹا ہے، تیری نیت میری رضا کی نہیں تھی، بلکہ تونے جہاد اس نیت سے کیا کہ تجھے شہید کہا جائے اور وہ کہا جا چکا، پھر حکم ہوگا اور فرشتے اسے بھی گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ یہ غور کرنے کا مقام ہے کہ محض تعلیم و تعلم اور انفاق فی سبیل اللہ عذاب خدا سے بچانے کے لیے کافی نہیں بلکہ اخلاص نیت بنیادی شرط ہے۔

رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بہتی ہوا سے زیادہ سخی ہیں۔

٢۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنْ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں (دوسرے اوقات کے مقابلہ میں جب) جبرئیل علیہ السلام آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ملتے بہت ہی زیادہ جود و کرم فرماتے۔ جبرئیل

(2)صحیح البخاری :کتاب بدئ الوحی، باب کیف کان بدئ الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ السلام رمضان کی ہر رات سرکار ﷺ سے ملاقات کرتے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کا دور فرماتے، نبی کریم ﷺ لوگوں کو بھلائی پہنچانے میں بہتی ہوا سے بھی زیادہ جود و کرم فرمایا کرتے تھے۔

تشریح:۔

رمضان شریف میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کے ساتھ قرآن پاک کا دور فرمایا کرتے تھے، چوں کہ قرآن پاک کا نزول رمضان المبارک کے مہینے میں ہوا، اس لیے رمضان المبارک کا مہینہ اپنی دیگر تمام فضیلتوں کے ساتھ قرآن پاک کے حوالے سے بھی بڑی عظمتوں والا ہے۔

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کو اجود الناس یعنی سب سے بڑا سخی کہا گیا، آپ کی سخاوت کے واقعات کتب سیر میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہیں، آپ حاجت مندوں کی مالی اعانت تو فرماتے ہی تھے ساتھ ہی ساتھ علمی تشنگی رکھنے والوں کو فیضان علم سے بھی مالا مال فرماتے تھے۔ آپ کی سخاوت کو بہتی ہوا سے تشبیہ دی گئی اس لیے کہ بہتی ہوا انسانوں کے لیے راحت و سکون کا باعث اور دماغ کی تازگی کا ذریعہ ہوتی ہے، نیز اس ہوا کا فائدہ عام ہوتا ہے جس سے سبھی مستفید ہوتے ہیں اسی طرح آپ کی سخاوتوں سے انسانیت کی بگڑی ہوئی دنیا آباد ہوتی ہے اور دنیا کی تمام مخلوق پر آپ کا ابرِ کرم یکساں برستا ہے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کے مہینے میں دیگر عبادات کے ساتھ قرآن پاک کی خاص طور سے بکثرت تلاوت بھی کرنی چاہیے۔

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے

٣۔عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔ (3)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

تشریح:۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ سلم نے اس حدیثِ پاک میں اسلام کے بنیادی اصول ذکر فرمائے ہیں۔ اسلام کی بنیادی باتیں پانچ ہیں۔ ا۔ اللہ کی وحدانیت اور پیارے مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کی گواہی دینا۔ ٢۔ نماز قائم کرنا۔ ٣۔ زکوٰۃ دینا ٤۔ صاحب استطاعت پر حج کرنا۔ ٥۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو ایک ایسی عمارت سے تشبیہ دی ہے جس کا قیام پانچ کھمبوں پر ہو، اور ان میں سے ایک کھمبا بنیادی ہو اور سب اسی کی فرعیں ہوں۔ اسی طرح عمارت اسلام پانچ ستونوں پہ قائم ہے اور

(3) صحیح البخاری :کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علیٰ خمس

اس کا بنیادی کھمبا توحید ورسالت کی شہادت ہے ،اگر یہ ستون ڈھ گیا تو سرے سے اسلام ہی ختم ہو جائے گا اور اس کے بعد دوسرے ارکان کا قیام اسے کوئی نفع نہیں پہونچا سکتا۔ لہذا اگر کوئی شخص بارگاہ خداوندی میں یا بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں اپنی حدوں کو پار کرتا ہو ،دریدہ دہنی کرتا ہو ،یا رسول اکرم ﷺ کو اپنے بڑے بھائی جیسا قرار دیتا ہو، سرکار دوعالم ﷺ کے علم پاک کو جانوروں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دیتا ہو، ان کی میلادِ پاک کو کنھیا کے جنم کی طرح کہتا ہو، ختم نبوت کا انکار کرتا ہو، انہیں بے بس اور مجبور کہتا ہو، تو اس کے لیے نماز پڑھنا روزہ رکھنا، حج و زکات کی ادائیگی کرنا بے سود ہے، اس کے لیے سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی ستون کو مضبوط کرے جبھی دوسرے ستون اس کے لیے کارآمد ثابت ہوں گے ۔دوسرا ستون سرکار ﷺ نے نماز کو قرار دیا، یہ بھی اسلام کا بڑا اہم رکن ہے ،نماز کے بارے میں سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا" الصلاۃ عماد الدین "،نماز دین کا کھمبا ہے جس نے نماز قائم کی اس نے دین قائم کیا اور جس نے نماز ترک کی اس نے دین کو ڈھا دیا، الغرض ہر رکن کا اپنا مقام ہے اور کمال ایمان و اسلام کے لیے تمام ارکان کی حفاظت و پاسداری واجب ہے۔

حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔

۴۔عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: « الإِيمَانُ

بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَان [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کی ساٹھ سے کچھ زائد شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے افضل لا الہ الااللہ کہنا اور سب سے کم درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کر نا ہےاور حیاء(شرم) بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

تشریح:۔

اس حدیث پاک میں ایمان کو درخت سے تشبیہ دے کر اس کی شاخیں ساٹھ سے کچھ زائد بتائی گئی ہیں ،نیز ایمان اور عقائد حقہ کے درمیان باہمی ربط بھی واضح کیا گیا ہے۔جس طرح جڑ اگر قائم نہ ہوتو شاخیں اور پتے خود بخود سوکھ جاتے ہیں اور ان کا وجود نیست ونابود ہوجاتا ہے،اسی طرح اگر ایمان نہ ہوتواعمال کسی کام کے نہیں۔ایمان کی جڑلا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور دیگر اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ اس کی شاخیں ہیں۔حیا طبعیت کی ایک کیفیت کو کہتے ہیں جو انسان کو برے کام سے روکے اور اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے باز رکھے،ترمذی شریف کی حدیث میں ہے ''الاستحیا من الله حق الحياء ان تحفظ الراس وما وعى والبطن و ماحوى تذكر الموت والبلیٰ ''ترجمہ۔اللہ عزوجل سے کماحقہ حیاکرنے کے معنی یہ ہیں کہ سراور سر میں جتنے اعضا ہیں ان کی اور پیٹ کی اور پیٹ جن اعضا کو گھیرے ہے ان کی برائیوں سے

(4)صحیح البخاری:باب امور الایمان، کتاب الایمان

حفاظت کرے، موت اور مٹی میں ملنے کو یاد کرے۔ شرم ایمان کا ایک اہم ترین درجہ ہے بلکہ جملہ اعمال خیر کا منبع ہے، فرمایا گیا" اذا لم تستحی فاصنع ما شئت " یعنی جب تمہیں شرم وحیا نہ ہو تو جو چاہو وہ کرو۔ حیا کو ایمان کا ایک حصہ کہا گیا اس لیے کہ جس طرح ایمان کا تقاضہ گناہوں سے بچنا اور اپنے رب کی فرمانبرداری کرنا ہے اسی طرح حیا بھی اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ منکرات سے بچا جائے اور احکامات کو عملی جامہ پہنایا جائے اور ہر اس کام سے بچا جائے جو شریعت کی نظر میں مذموم اور برا ہے۔

اس حدیث پاک میں ساٹھ یا ستر میں ایمان کی شاخوں کی تحدید مقصود نہیں بلکہ مقصد شاخوں کی کثرت بیان کرنا ہے۔ یعنی اسلام کے کثیر خصائل وعادات ہیں۔ عربی زبان میں کثرت کو بیان کرنے کا ایک اسلوب یہ بھی ہے، اگرچہ بعض علما نے تحدید بھی مراد لی ہے۔

کامل مسلمان وہ ہے جس کی ایذا سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں

۵۔عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ"، ة[5]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا: کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور مہاجر وہ ہے جو ان کاموں کو چھوڑ دے جن سے اللہ

(5) صحیح البخاری :کتاب ا لایمان باب من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ

تعالیٰ نے منع فرمایا۔

تشریح:۔

اسلام کا ماخذ '' سلم '' ہے جس کے معنی صلح جوئی، خیر خواہی اور مصالحت کے ہیں ۔زبان سے ایذا رسانی میں غیبت ، گالی گلوج اور بد گوئی وغیرہ جملہ عادات بد شامل ہیں،اور ہاتھ کی ایذا رسانی میں چوری ، ڈاکہ ، مار پیٹ ،اور قتل وغارت وغیرہ امور داخل ہیں۔ آج اپنے سماج کا جائزہ لیا جائے تو کتنے لوگ ایسے ہیں جو اپنے بھائیوں کی ایذا رسانی میں مصروف ہیں، اپنے بھائیوں کی حق تلفی اور انہیں ستانا عام سی بات ہو گئی ہے۔ زمینوں پر غاصبانہ ،قبضہ، پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی، رشتہ داروں کے ساتھ بے مروتی عام ہوگئی ہے۔ سماج میں گالی گلوج کو تو عیب ہی نہیں سمجھا جاتا، جب کہ مسلمانوں کا اخلاق یہ ہونا چاہیے کہ وہ کسی کو ادنیٰ سی تکلیف بھی نہ پہنچائے ،انہیں کوئی ایسی بات نہ کہے جس سے ان کے دل دکھیں ، سرکار صلی اللہ علیہ سلم کی سیرت پاک میں دل جوئی اور ہم دردی کے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔

'' من سلم المسلمون '' کی قید کا یہ مطلب نہیں کہ غیر مسلموں کو بلا وجہ ایذا پہنچایا جائے، اس لیے کہ دوسری روایت میں '' من امنہ الناس '' فرمایا گیا یعنی ہر انسان کے ساتھ انسانی رشتہ کی بنیاد پر اخلاق حسنہ کا مظاہرہ کیا جائے، کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کو بلا وجہ ستانے کی اجازت نہیں ہے، اور نہ ہی اسلام دنیا کے امن و امان کو غارت کرنے کا قائل ہے۔ بلکہ اسلام امن و سلامتی کا داعی ہے۔

شرعا مہاجر وہ ہے جو ایمان کی حفاظت کے لیے اپنا وطن چھوڑ دے، یہ ہجرت ظاہری ہے، اور ہجرت باطنی جو یہاں حدیث میں بیان ہوئی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں سے باز رہنے کا حکم دیا ہے ان سے بچا جائے، اور یہی حقیقی ہجرت ہے جو قیامت تک ہر حال میں ہر جگہ جاری رہے گی۔

اسلام کے بہترین اعمال

٦۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ۔ (6)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: کون سا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا کہ تم کھانا کھلاؤ، اور جس کو پہچانو اسے اور جس کو نہ پہچانو اسے بھی سلام کرو۔

تشریح:۔

غربا و مساکین کو کھلانا اسلام میں ایک عظیم نیکی قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جنتیوں کے اوصاف میں ذکر فرمایا ہے ”وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا“(7) خدا کی بارگاہ میں پسندیدہ

(6) صحيح البخاری :كتاب الایمان ، باب اطعام الطعام من الاسلام

(7) القرآن الكريم ،الانسان ٨

بندے وہ ہیں جو اس کی محبت میں مسکینوں ، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ حدیث پاک میں مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا گیا ،کیوں کہ اسلام بنی نوع انسان کی بھلائی چاہتا ہے اور بد امنی اور بد نظمی کو دور کر نا چاہتا ہے۔ پیٹ کی آگ انسان کو بہت سارے گناہوں پر ابھارتی ہے۔ جس معاشرے میں بھوکوں اور مفلسوں کی تعداد زیادہ ہوگی اس معاشرہ میں امن نہیں ہو سکتا۔اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تمھارے سماج میں جو لوگ بھوکے ہیں ان کے کھانے کا انتظام کرو ، پڑوسیوں کے لیے اپنے شوربے میں اضافہ کر لو، یہ ایمان کا تقاضہ نہیں ہے کہ تم اپنے گھر میں آسودہ ہو کر سوؤ اور تمھارا پڑوسی اپنے گھر میں بھوکا تڑپتا رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کی یہ حدیث پاک امن وشانتی کے حوالے سے بڑی اہمیت کی حامل ہے ۔اسلام کا منشا ہے کہ بنی نوع انسان میں کوئی بھوکا اور پیاسا نہ رہے ،انسانی امن و سلامتی کو اتنا وسیع کیا جائے کہ بد امنی کا معمولی خدشہ بھی باقی نہ رہ جائے۔ سرکار صلی اللہ علیہ سلم کے اس ارشاد پر عہد نبوی میں بھی عمل ہوتا رہا اور عہد خلفائے راشدین میں بھی، خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ رات میں گشت فرما کر اہل مدینہ کی خبر گیری فرماتے اور بھوکوں کے یہاں خود سامان خورد ونوش لے کر حاضر ہوتے۔

اس حدیث پاک میں سلام کو پھیلانے کا بھی حکم دیا گیا ہے اور اس شان کے ساتھ کہ سلام کو صرف اپنے رشتہ دار ، اقربا اور اہل محبت ہی میں خاص نہ کر لو بلکہ جو بھی

مسلمان ہو خواہ وہ تمھارے رشتہ داروں میں ہو یا نہ ہو اسے سلام کرو کیوں کہ یہ آپسی محبت کا اہم ترین ذریعہ ہے۔نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اہل اسلام کو سلام کرنا اسلام کی اتنی عظیم خصلت ہے تو سرکار دوعالم ﷺ جو بانی اسلام ہیں، آپ کو سلام کرنا کتنی برکتوں کا باعث ہوگا۔

جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لیے بھی پسند کرے

۷۔ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ".[8]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

تشریح:۔

اس حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ مومن جن چیزوں کی خواہش و تمنا اپنے لیے کرتا ہے اپنے دوسرے بھائیوں کے لیے بھی وہی تمنا کرے، ظاہر ہے انسان اپنے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے اپنے دوسرے بھائیوں کی بھی دنیا اور آخرت کی فلاح کی تمنا کرنی چاہیے۔

اس حدیث پاک سے حسد کی مذمت بھی معلوم ہوئی کیوں کہ حسد کہتے ہیں

---

(8)صحیح البخاری :کتاب الایمان ، باب من الایمان ان یحب لا خیہ ما یحب لنفسہ

دوسرے کی اچھی حالت دیکھ کر اس کی نعمتوں کے چھن جانے کی تمنا کرنا، نعمتوں کا زوال کوئی بھی انسان اپنے لیے پسند نہیں کرتا تو دوسرے بھائی کے لیے بھی اس کی تمنا جائز نہیں۔

آج ہمارے سماج کا حال بالکل برعکس ہے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو خوش حال دیکھ کر تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ اس کا مال کسی طرح ضائع ہو جائے، سماج کا ہر شخص اپنے آپ کو سب سے امیر اور باعزت دیکھنا چاہتا ہے اور سب کو اپنا دست نگر، یہ جذبہ حسد انہیں بہت ساری برائیوں پر ابھارتا ہے۔ چوری، ڈاکہ زنی، لوٹ مار کے بہت سارے واقعات اسی کینہ وبغض اور حسد کے مرہون منت ہوتے ہیں، جب کہ سرکار ﷺ نے مسلمانوں کو آپس میں ایک عمارت کی ان اینٹوں کی طرح فرمایا ہے جو ایک دوسرے سے پیوست ہوتی ہیں اور جن کی اجتماعیت سے پر شکوہ عمارت وجود میں آتی ہے، اس عمارت کی ایک اینٹ کو کھسکا لینا اس عمارت کو کمزور کرنے کے لیے کافی ہے۔ لہذا مسلمانوں کو آپس میں بھائی چارگی اور محبت ومودت کے ساتھ رہنا چاہیے۔ اور ہر مومن کی خیر خواہی کرنی چاہیے۔

مومن وہ ہے جو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ سرکار ﷺ سے محبت کرے

۸۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَن رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ،لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ

مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ". [9]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے والد اور اولاد سے بھی زیادہ اس کا محبوب نہ بن جاؤں۔

تشریح:۔

یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی جلیل القدر صحابی ہیں، آپ کئی سال تک سرکار کی بارگاہ شریف میں رہ کر خدمت انجام دیتے رہے،اس حدیث پاک میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کا معیار مقرر فرمایا اور ایمان کی بنیاد اپنی محبت کو قرار دیا،سرکار ﷺ سے سچی محبت کے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا،سرکار کی محبت ہی مدار ایمان ہے،اور انسان کا ایمانی تفاوت بھی سرکار ﷺ کی محبت میں تفاوت کے ساتھ متعلق ہے،لہذا کمال ایمان کے لیے ہر چیز سے بڑھ کر سرکار دوجہاں ﷺ کی محبت ضروری ہے،اور مطلق ایمان کے لیے مطلق محبت۔

حضرت قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یہ ہے کہ آپ کی سنت کی اتباع کرے اور آپ کی شریعت کی متابعت کرے اور اپنا مال

---

(9)صحیح البخاری :کتاب الایمان ، باب حب الرسول ﷺ من الایمان

و زر سب کچھ آپ پر قربان کرنے کا جذبہ رکھے ،اس طرح ایمان کی حقیقت مکمل ہوتی ہے، اور جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کی قدر و منزلت کو سب سے بلند نہ جانے اور آپ کی قدر ماں باپ، اولاد اور ہر محسن و مہربان سے زیادہ نہ جانے ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔

وہ تین خصلتیں جن سے ایمان کی مٹھاس محسوس ہوتی ہے

٩۔ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ، أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ". (10)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو گئیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوسرے یہ کہ وہ جس انسان سے محبت رکھے محض اللہ کی رضا کے لیے رکھے۔ تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا ناپسند کرے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند ہے۔

تشریح:۔

اس حدیث پاک میں ایمانی لذت سے شاد کام ہونے کے لیے تین خصلتیں بیان

(10) صحیح البخاری :کتاب الایمان ، باب حلاوۃ الایمان

کی گئیں اور فرمایا گیا کہ جن کے اندر یہ خصلتیں موجود ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا۔ پہلی چیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے، اللہ سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ خالص اس کی پرستش کی جائے، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے، عبادات کے جملہ اقسام کو اسی کے لیے خاص کیا جائے۔ اور اس کے اوامر ونواہی پر عمل کیا جائے رسول اللہ ﷺ کی محبت یہ ہے کہ ماں، باپ، اہل وعیال، مال وزر ہر چیز سے بڑھ کر آپ سے محبت کی جائے، آپ کے ارشادات میں آپ کی اطاعت وفرماں برداری کی جائے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روش تھی کیوں کہ اطاعتِ رسول کے بغیر محبت رسول کا دعویٰ باطل ہے۔

حدیث پاک میں دوسری خصلت یہ بیان کی گئی کہ مومن اگر کسی انسان سے محبت کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور دشمنی بھی خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، ذاتی اور نفسانی اغراض کا شائبہ بھی نہ ہو، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک کافر نے جس کے سینہ پر سوار ہو کر آپ اسے قتل کرنے جارہے تھے اس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا، آپ نے فوراً اس کو چھوڑ دیا اور قتل کا ارادہ ترک کر دیا اور فرمایا کہ اگر میں اس کو اب قتل کروں تو یہ قتل اللہ کے لیے نہ ہو گا بلکہ اس کے تھوکنے کی وجہ سے اپنے نفس اور ذاتی انتقام کے لیے ہو گا۔

تیسری خصلت میں ایمان واسلام پر استقامت مراد ہے، حالات کیسے بھی ناساز گار ہوں، ایک سچا مومن ایمان کی دولت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ ایمان کی حفاظت اس کے لیے دنیا کی ساری چیزوں پر مقدم ہوا کرتی ہے۔

جس کے اندر یہ تینوں خصلتیں جمع ہو جائیں گی اسے ایمان کی حقیقی لذت حاصل ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔ ایمانی حلاوت کا معنی یہ ہے کہ راہ خدا میں پیش آنے والی بڑی سے بڑی مصیبت خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرے اور زبان پر حرف شکایت نہ آنے دے، اس مفہوم کو سمجھنے کے لیے صحابہ کرام کی زندگی کافی ہے۔

صحابہ کرام کا سرکار ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کرنا

١٠۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ أَحَدُ النُّقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: "بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقُوا، وَلَا تَزْنُوا، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ، وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ، وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَ طُهُوْرٌ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللَّهُ فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ"، فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِك. ة[11]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو بدر کی لڑائی میں شریک تھے، اور لیلۃ العقبہ کے (بارہ) نقیبوں میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت جب آپ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی فرمایا: مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد

(11)صحیح البخاری :کتاب الایمان باب علامۃ الایمان حب الانصار

کو قتل نہ کرو گے اور نہ عمداً کسی پر کوئی ناحق بہتان باندھو گے اور کسی بھی اچھی بات میں (اللہ کی) نافرمانی نہ کروگے۔ جو کوئی تم میں (اس عہد کو) پورا کرے گا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے، اور جو کوئی ان (بری باتوں) میں سے کسی کا ارتکاب کرے اور اسے دنیا میں (اسلامی قانون کے تحت) سزا دے دی گئی تو یہ سزا اس کے (گناہوں کے) لیے بدلا ہو جائے گی، اور جو کوئی ان میں سے کسی بات میں مبتلا ہو گیا اور اللہ نے اس کے (گناہ) کو چھپا لیا تو پھر اس کا (معاملہ) اللہ کے حوالہ ہے، اگر چاہے معاف کرے اور اگر چاہے سزا دے۔ (عبادہ کہتے ہیں کہ) پھر ہم سب نے ان (سب باتوں) پر آپ ﷺ سے بیعت کرلی۔

تشریح:۔

یہ حدیث حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو سرکار اقدس ﷺ کے بڑے جلیل القدر صحابی ہیں آپ نے مکہ مکرمہ آکر مقام عقبہ میں سرکار کی بیعت کی، آپ ان بارہ آدمیوں میں سے ہیں جنہیں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اہل مدینہ کی تعلیم و تربیت کے لیے اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عبادہ بن صامت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعدّد غزوات میں شامل ہوئے۔

اس حدیثِ پاک سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ اگر کسی شخص کو اسلامی قانون کے تحت اس کے جرم کی سزا دے دی جائے تو وہ عذاب اخروی سے محفوظ ہو جائے گا، اور یہ سزا اس کے اس جرم کا کفارہ ہو جائے گی ۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ پر جس

طرح گناہ گار کو سزا دینا واجب نہیں اسی طرح نیکی پر ثواب دینا بھی ضروری نہیں، اگر وہ گناہ کو معاف فرمادے تو اس کا عین کرم ہے اور سزا دے تو عین انصاف۔یوں ہی اگر نیکی پر اجر عطا فرمائے تو اس کی شانِ رحمت ہے اور اگر نہ دے تو اس کی بارگاہ میں کسی کو اعتراض کی گنجائش نہیں ۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کوئی گنہگار بغیر توبہ کے انتقال کر جائے تو اس کا معاملہ خدا کے ذمہ کرم میں ہے اگر چاہے تو معاف فرمادے اوراگر چاہے تو سزا دے ،جیسا کہ پروردگارِ عالم نے قرآن پاک میں صراحت کے ساتھ ارشادفرمایا” اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ “[12] اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے بخش دے۔

اس حدیث پاک میں زنا، چوری، قتل، بہتان تراشی اور اس طرح کے دوسرے گناہوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، ان سے ہر حال میں اپنے آپ کو بچانا ہر مومن پر فرض ہے کیوں کہ یہ گناہ اللہ تبارک وتعالی اور رسول کریم ﷺ کی ناراضگی کے اسباب ہیں اور مومن کی نظر ہمیشہ خدااور رسول خدا کی خوشنودی پر رہنی چاہیے۔

سب سے افضل عمل

١١۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ، أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ ؟ فَقَالَ: إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، قِيلَ: ثُمَّ

(12) القرآن الکریم ، النسا ,۴۸

مَـاذَا ؟ قَـالَ: الْجِهَـادُ فِي سَـبِيلِ اللَّهِ، قِيـلَ: ثُمَّ مَـاذَا ؟ قَـالَ: حَـجٌّ مَبْرُورٌ". ة[13]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، عرض کیا گیا، پھر اس کے بعد کون سا؟ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا، پھر کیا ہے؟ سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا حج مبرور۔

تشریح:۔

اس حدیث پاک میں سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایمان لانے کو ایک بہترین عمل قرار دیا ہے، کیوں کہ ایمان لانا ایسا بنیادی عمل ہے جس پر دوسرے تمام اعمال کی مقبولیت کا مدار ہے اس کے بعد سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد فی سبیل اللہ کو بہترین عمل قرار دیا، کیوں کہ جہاد کے ذریعہ زمین پر انسانی اقدار کا قیام ہوتا ہے اور ظلم و جور کا خاتمہ ہوتا ہے، پھر اس کے بعد حج مبرور کو بیان فرمایا، علمائے کرام نے فرمایا کہ حج مبرور وہ حج ہے جس میں کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ ہو، پروردگار عالم نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: "فَـلَا رَفَـثَ وَلَافُسُـوْقَ وَلَا جِـدَالَ فِي الْحَـجِّ "حج مبرور کی یہ علامت بیان فرمائی کہ بعد حج دل میں گناہوں سے

---

(13) صحیح البخاری :کتاب الایمان ، باب اطعام الطعام من الاسلام

نفرت پیدا ہو جائے اور اگر سخت دل تھا تو نرم دل ہو جائے،اور اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت کا ذوق پیدا ہو جائے،اگر بعد حج بھی انسان گناہ میں مبتلا رہے اور سنگ دلی کا شکار رہے تو اسے خدا کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ اورحج کی مقبولیت کی دعا کرنی چاہیے۔

شوہر کی نافرمانی جہنم میں لے جانے والی ہے

١٢۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ، قِيلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللَّهِ، قَالَ: يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ". ة(14)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے دوزخ دکھلائی گئی تو اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں جو کفر کرتی ہیں۔ کہا گیا یا رسول اللہ! کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔ اور احسان نہیں مانتیں۔ اگر تم عمر بھر ان میں سے کسی کے ساتھ احسان کرو۔ پھر اگر تم سے کوئی بات ناپسند دیکھے تو کہہ دے گی ،میں نے تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔

(14)صحیح البخاری :کتاب الایمان باب کفران العشیر وکفر دون کفر فیہ

تشریح:۔

یہ حدیث پاک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور متعدّد فوائد پر مشتمل ہے، پہلی بات یہ کہ سرکار ﷺ نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے جہنم اور جہنمیوں کو ملاحظہ فرمایا۔

دوسری بات یہ کہ سرکار ﷺ نے اس حدیث میں عورت کی فطرت کی طرف اشارہ فرمایا، عورت کی فطرت یہ ہوتی ہے کہ وہ ماسبق کو فراموش کرکے صرف موجود کو پیش نظر رکھتی ہے۔ اگر کوئی انسان کسی عورت کے ساتھ ایک زمانہ تک حسنِ سلوک کرتا رہے اور پھر اتفاقا اس سے کوئی ایسی چیز سرزد ہو جائے جو عورت کے مزاج پر بار ہو وہ فورا پچھلی بھلائیوں کو فراموش کرکے لعن وطعن شروع کردیتی ہے، اس میں مردوں کے لیے سبق ہے کہ عورتوں کی ترش روئی اور تلخ کلامی پر جہاں تک ہوسکے صبر سے کام لیں، کیوں کہ یہ ان کی فطرت ہوا کرتی ہے۔

تیسری بات یہ کہ اس حدیث میں سرکار ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے کہ جہنم کے اکثر حصے میں عورتیں ہیں اور عورتوں کے جہنمی ہونے کا سبب یہ بیان فرمایا کہ وہ شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں اور احسانات کو فراموش کردیتی ہیں، سرکار ﷺ نے متعدّد احادیث میں عورتوں کی رہنمائی فرمائی ہے اور انہیں صحیح راہ پر چلنے کی تعلیم دی ہے۔ عورت کے لیے شوہر کی اطاعت بہت بڑی عبادت، اور شوہر کو ناراض کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب تک شوہر بیوی سے ناراض رہے گا، فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہیں گے، ایک دوسری حدیث میں سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا

کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی نہ کوئی نماز قبول ہوتی ہے اور نہ کوئی دوسری عبادت۔ انہیں تین میں سے وہ عورت بھی ہے جس کا شوہر اس سے ناراض ہو۔ لہذا ہماری اسلامی بہنوں کو اس حدیث پاک کی بنیاد پر اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔

قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں

۱۳۔ عَنْ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هَذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ ، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ ؟ قُلْتُ: أَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ، قَالَ: ارْجِعْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا، فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا الْقَاتِلُ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ ؟ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ". ة[15]

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں فلاں شخص کی مدد کرنے کو چلا۔ راستے میں مجھ کو ابو بکرہ ملے، پوچھا کہاں جارہے ہو؟ میں نے کہا، فلاں شخص کی مدد کرنے جارہاہوں۔ ابو بکرہ نے کہا اپنے گھر کو لوٹ جاؤ، اس لیے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قاتل تو جہنمی ہو گا مگر مقتول کیسے؟ فرمایا وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل

(15)صحیح البخاری :کتاب الایمان ، باب المعاصی من امر الجاہلیۃولا یکفر صاحبها بارتکابها الا بالشرک

کرنے کا پورا ارادہ کھتا تھا۔ (موقع پاتا تو وہ اسے ضرور قتل کر دیتا، دل کے پختہ ارادہ پر وہ بھی جہنمی ہو گا)۔

تشریح:

سرکار ﷺ نے اس حدیث میں امت کو ایک بڑا پیغام دیا ہے اور ایک عظیم نصیحت عنایت فرمائی ہے کہ اگر دو مسلمان آپسی قتل وقتال کا شکار ہوں تو دونوں جہنمی ہیں، اس پر جب صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ قاتل کا تو جہنمی ہونا سمجھ میں آتا ہے لیکن مقتول آخر کیوں جہنمی ہے ؟اس کے جواب میں سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس لیے کہ وہ اپنے مقابل کو قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر چکا تھا۔ سرکار ﷺ کے اس ارشاد سے اس مسئلہ شرعی کا استنباط ہوتا ہے کہ اگر کوئی انسان کسی معصیت کے ارتکاب کا پختہ ارادہ کرلے تو اللہ کی جانب سے مواخذہ و گرفت ہے، اور قیامت کے دن اس معصیت کے باعث عذابِ خداوندی کا مستحق قرار پائے گا۔

سرکار ﷺ کی اس حدیث سے ہمیں ایک دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اگر کوئی انسان کسی ایمان والے کے خلاف غلط پلاننگ کرتا ہے یا اذیت پہنچانا چاہتا ہے تو وہ بارگاہ خداوندی کا بہت بڑا مجرم ہے ،لہذا تمام اہل ایمان سرکار صلی اللہ علیہ سلم کے اس طرح کے ارشادات کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور کبھی بھی دوسروں کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ نہ کریں

گالی دینا جاہلیت کا عمل ہے

۱۴۔عَنْ الْمَعْرُورِ ، قَالَ: لَقِيتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، "أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ، إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ". (16)

حضرت معرور نے کہا کہ میں نے مقام زبدہ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، جو لباس ان پر تھا ویسا ہی لباس ان کے غلام پر تھا، میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک شخص کو ماں کی گالی دی تھی،(اس نے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے شکایت کی) تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے ابوذر تم نے اس کی ماں کو گالی دی ہے، تم میں کچھ جاہلیت ہے۔ تمھارے خدام تمھارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمھارے ماتحت کر دیا، جس کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو تو اسے چاہیے کہ جو خود کھائے ویسا ہی اسے کھلائے، جیسا پہنے ویسا ہی اسے پہنائے، ان کو ایسا کام نہ دو جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو۔ اگر ایسا کام دو تو ان کی مدد کرو۔

(16)صحیح البخاری :کتاب الایمان ، باب المعاصی من امر الجاہلیتولا یکفر صاحبھا بارتکابھا الا بالشرک

تشریح:

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بڑے عابد و زاہد صحابی ہیں، مدینہ شریف سے تین منازل کے قریب قیام تھا، جس شخص کو انہوں نے عار دلائی تھی وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے ،انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ کے سیاہ فام ہونے کا عار دلایا تھا، جس پر نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ابو ذر! ابھی تم میں جاہلیت کا فخر باقی رہ گیا ہے، یہ سن کر حضرت ابو ذر اپنے رخسار کے بل خاک پر لیٹ گئے اور کہنے لگے کہ جب تک بلال میرے رخسار پر اپنا قدم نہ رکھیں گے، مٹی سے نہ اٹھوں گا۔

اس حدیث پاک میں اپنے زیرِ اثر لوگوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے ،چوں کہ اسلام کی آمد سے قبل غلاموں کے ساتھ وحشیانہ برتاؤ کیا جاتا تھا ،ان سے ضرورت سے زیادہ کام لیا جاتا تھا،ان کی ضروریات کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا،اس لیے سرکار صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اس حدیث پاک میں انسانوں کے اس طبقے پر ہونے والے ظلم و جبر کا خاتمہ فرمانے کے لیے حسنِ اخلاق کا حکم دیا۔اور تعلیم دی کہ اپنے غلام یا مزدور سے اس کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے،اور اگر ایسے کام کے لیے کہا جائے تو اس کے ساتھ اس کا تعاون کیا جائے۔

منافق کی علامتیں

١٥۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ

مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ"، تَابَعَهُ شُعْبَةُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ .".[17]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے، اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق ہی ہے، جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے، اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے، اور جب (کسی سے) عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے، اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔ اس حدیث کو شعبہ نے (بھی) سفیان کے ساتھ اعمش سے روایت کیا ہے۔

تشریح:۔

اس حدیث پاک میں سرکارِ دوعالم ﷺ نے منافق کی چار علامتیں بیان فرمائی ہیں یعنی یہ چار خصلتیں جس شخص میں پائی جائیں وہ پکا منافق ہوگا اور اگر کسی انسان میں ان اوصاف میں سے کوئی ایک پایا گیا تو اس کے اندر نفاق کی ایک علامت پائی گئی۔ آج اہل ایمان کو سرکار کی یہ حدیث غور سے پڑھنی چاہیے اور پھر اپنے اعمال کا جائزہ لینا

---

(17) صحیح البخاری :کتاب الایمان ، باب علامۃ المنافق

چاہیے، کیوں کہ یہ ایسی عام باتیں ہیں جن سے شاید ہی قوم مسلم کا کوئی فرد منزہ ہو، جھوٹ ایک عام بات ہے، انسان جھوٹ بولنے میں کسی قسم کا گناہ تصور نہیں کرتا، لیکن سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس معمولی سمجھے جانے والے جرم کو منافقین کی علامت قرار دی ہے، اور قرآن کریم نے جھوٹ بولنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ اسی طرح وعدہ خلافی بھی ایک عام بات ہے، بلکہ وعدہ خلافی آج کا فیشن ہو چکا ہے، حالاں کہ یہ معمولی جرم نہیں ہے، یہ انسان کو جہنم میں بھی لے جا سکتا ہے، اور اسی طرح سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کے دوران گالی گلوج کو بھی منافقین کی علامت قرار دیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں یہ جرائم بہت معمولی سمجھے جاتے ہیں، لیکن حقیقتاً خدا کی بارگاہ میں یہ بہت بڑے جرم کی حیثیت رکھتے ہیں، اور امانت داری جو ایمان والے کی ایک بڑی علامت تھی اور اسلام کا ایک بہت بڑا طرہ امتیاز تھا، آج مسلمانوں سے مفقود ہوتا جا رہا ہے، سرکار ﷺ قبلِ بعثت اور بعدِ بعثت بھی صادق وامین کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے، جو آپ کی مخالفت میں ہمہ وقت سرگرم رہتے تھے، انہیں بھی آپ کی امانت داری پر اتنا بھروسہ تھا کہ وہ اپنی دولت آپ کے پاس لا کر بطور امانت رکھا کرتے تھے، اسلام کی یہ وہ خوبیاں تھیں جن کی بنیاد پر لوگوں کے دلوں پر فتح کا پرچم لہرایا، اور آج چوں کہ ہم ان اوصاف سے خالی ہو چکے ہیں جس کے سبب ہم نے اپنی دنیا و آخرت تو برباد کی ہی، ساتھ ہی ساتھ لوگوں کو اسلام سے قریب کرنے کے بجائے اپنے اعمال و کردار کے ذریعہ انہیں اسلام سے متنفر کر دیا ہے۔

اللہ کی راہ میں جہاد کی فضلیت

١٦۔قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "انْتَدَبَ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيمَانٌ بِي وَتَصْدِيقٌ بِرُسُلِي، أَنْ أُرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَلَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَىٰ أُمَّتِي مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ، وَلَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ".(18)

حضرت ابوزرعہ بن عمرو بن جریر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلا، اللہ اس کا ضامن ہو گیا۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اس کو میری ذات پر یقین اور میرے پیغمبروں کی تصدیق نے (سرفروشی کے لیے گھر سے) نکالا ہے۔ (میں اس بات کا ضامن ہوں) کہ یا تو اس کو ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ واپس کر دوں ، یا (شہید ہونے کے بعد) جنت میں داخل کر دوں، (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اگر میں اپنی امت پر (اس کام کو) دشوار نہ سمجھتا تو لشکر کا ساتھ نہ چھوڑتا، میری خواہش ہے کہ اللہ کی راہ میں شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں۔

(18) صحیح البخاری :کتاب الایمان ، باب الجہاد من الایمان

تشریح:۔

اس حدیث پاک کا تعلق جہاد سے ہے۔اس میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔اگر کوئی ایمان والا محض خوشنودی خدا کے لیے جہاد کرتا ہے تو سرکار ﷺ اس کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ بہرحال کامیاب ہے، اگر زندہ واپس آیا تو اسے خدا کی بارگاہ سے اجر نصیب ہوگا اور مال غنیمت کا حصہ بھی ملے گا اور شہید ہوگیا تو خدا اسے جنت عطا فرمائے گا۔ یہ اس مجاہد کے لیے ہے جو اسلامی قوانین اور اصول کی پابندی کرتے ہوئے، میدانِ جہاد کی طرف اپنا قدم بڑھائے۔آج جہاد کے نام پر جو تحریکیں قتل و غارت گری کر رہی ہیں، بے گناہوں کا ناحق خون بہارہی ہیں اور ہر جگہ دہشت گردی پھیلا رہی ہیں، ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور نہ یہ کسی طرح اسلامی جہاد کے دائرے میں آتا ہے، یہ سراسر اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے۔حق یہ ہے کہ معاشرے میں اس طرح کی پھیلی ہوئی دہشت گردی کو ختم کرنے کا نام جہاد ہے۔ جہاد انسانیت کے لیے امن و سکون کا پیغام لاتا ہے، انسانیت کے چین و سکون کا خاتمہ نہیں کرتا۔سرکار ﷺ نے اس حدیث پاک میں اپنا جذبہ جہاد بیان فرمایا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری خواہش تو یہ ہے کہ میں خدائی تعلیمات کی نشر و اشاعت میں شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں۔

عمل میں اخلاص نیکیوں میں اضافے کا باعث ہے

۱۷۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ، فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ

لَهُ بِعَشْرِ۔ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا". (19)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب اپنے اسلام کو عمدہ کرلے (یعنی نفاق اور ریا سے پاک کر لے) تواس کے ہر نیک کام کے عوض دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے ہر برے کام کی وجہ سے اتنا ہی لکھا جاتا ہے (جتنا کہ اس نے کیا ہے)۔

تشریح:۔

سرکار ﷺ کی یہ بڑی پیاری حدیث ہے، اس میں آپ ﷺ نے کمال ایمان اور اخلاص کا درس دیا ہے، فرماتے ہیں: جب انسان مومن کامل ہو جاتا ہے یعنی اپنے آپ کو اسلامی اخلاق سے آراستہ کرلیتا ہے، اپنے دامن کو برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے، سچائی اور دیانتداری اختیار کرلیتا ہے تو پروردگار عالم اسے اس کی اخلاصِ نیت کے اعتبار سے ایک عمل پر دس سے لے کر سات سو گنا تک اجر عطا فرماتا ہے، سرکار ﷺ کا یہ ارشاد انسان کو حیرت میں ڈال دینے والا ہے۔ عمل ایک کیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ کم از کم دس گنا اجر عطا فرمائے گا، اور اگر نیت میں اخلاص اور پاکیزگی ہو تو سات سو گنا تک اجر بڑھ سکتا ہے اور جب کوئی برا عمل کرے گا تو اس کے بدلے صرف ایک ہی برائی کا گناہ لکھا جائے گا۔ اخلاص اللہ تعالیٰ کی ایک بہت ہی عظیم نعمت

---

(19) صحیح البخاری :کتاب الایمان ، باب حسن اسلام المرء

ہے اور پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں کسی بھی عمل کی مقبولیت کا مدار اخلاصِ نیت پر ہی ہے، جس قدر عمل میں اخلاص ہو گا ویسا ہی بارگاہ الٰہی سے برکتوں کا فیضان ہو گا۔

جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو گا، جنت میں داخل ہو گا

١٨۔ عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ شَعِيرَةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ "[20]

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس شخص نے «لا إله إلا الله» کہہ لیا اور اس کے دل میں جَو برابر بھی (ایمان) ہے تو وہ (ایک نہ ایک دن) دوزخ سے ضرور نکلے گا، اور دوزخ سے وہ شخص (بھی) ضرور نکلے گا جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے دل میں گیہوں کے دانہ برابر خیر ہے، اور دوزخ سے وہ (بھی) نکلے گا جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے دل میں اک ذرہ برابر بھی خیر ہے۔

تشریح:۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے اندر ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا وہ جہنم

(20)صحيح البخارى :كتاب الايمان ، باب زيادة الايمان ونقصانه

سے نکالا جائے گا اور جنت میں داخل کیا جائے گا چاہے جتنا بڑا گنہگار کیوں نہ ہو۔ اگر چہ شامتِ اعمال کی بنیاد پر سزا کے طور پر جہنم میں ڈالا جائے، لیکن اگر اس کے دل میں ایمان کی ہلکی سی بھی رمق باقی ہے تو اسے جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ چوں کہ ہمارے جسم میں جہنم کا ہلکا سا عذاب بھی برداشت کرنے کی قوت نہیں، اس لیے ہمیں گناہوں سے اپنی حفاظت کرنی چاہیے۔

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے

١٩۔عَنْ زُبَيْدٍ ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ، فَقَالَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ".[21]

حضرت زبید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابووائل سے مرجیہ کے بارے میں پوچھا، (وہ کہتے ہیں گناہ سے آدمی فاسق نہیں ہوتا) انہوں نے کہا کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور مسلمان سے لڑنا کافروں کا عمل ہے۔

تشریح:۔

سباب کے معنیٰ ہیں کسی کو عیب لگانا، خواہ وہ عیب اس میں ہو یا نہ ہو۔ فسوق

(21)صحیح البخاری :کتاب الایمان ، باب خوف المومن ان یحبط عملہ وھو لایشعر

کے معنیٰ نکلنے کے ہیں اور شرع میں اللہ عزوجل کی نافرمانی کرنے کو فسق کہا جاتا ہے۔ یہ گناہ کا مرادف ہے اور کفر و شرک تک کو عام ہے۔ کفر کا لغوی معنیٰ چھپانا ہے اور شریعت میں مذہب اسلام سے نکل جانے کو کفر کہتے ہیں۔

اس پر اجماع ہے کہ مسلمان سے لڑنا کفر نہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا: ” وَ اِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا “[22]

ترجمہ :اگر مومنین کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو ان میں صلح کرادو۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان سے لڑنا کفر نہیں، دراصل اس حدیث پاک میں مسلمان سے لڑنے پر کفر کا اطلاق تغلیظاً ہے، یا کفر سے مراد حق ناشناسی ہے، کیوں کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، بھائی کو لازم ہے کہ بھائی کے ساتھ مل جل کر رہے، جب مسلمان نے کسی مسلمان سے لڑائی کی تو اس نے اس کی حق تلفی کی۔ یا اس بنا پر اسے کفر کہا گیا کہ یہ کفار کے فعل کے مشابہ ہے۔ بہر حال کسی مومن کو گالی گلوج کرنا، اس سے جدال و قتال کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

ایمان واسلام کی حقیقت (حدیث جبرئیل)

۲۰۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(22) القرآن الکریم ،الحجرات آیت ۹

بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ، فَقَالَ: مَا الْإِيمَانُ ؟ قَالَ: "الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَبِلِقَائِهِ وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ، قَالَ: مَا الْإِسْلَامُ ؟ قَالَ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، قَالَ: مَا الْإِحْسَانُ ؟ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ، قَالَ: مَتَى السَّاعَةُ ؟ قَالَ: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَسَأُخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّهَا، وَإِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الْإِبِلِ الْبُهْمُ فِي الْبُنْيَانِ فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ، ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ[23] ثُمَّ أَدْبَرَ، فَقَالَ: رُدُّوهُ، فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا، فَقَالَ: هَذَا جِبْرِيلُ، جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِينَهُمْ"، قَالَ أَبُو عَبْد اللَّهِ: جَعَلَ ذَلِكَ كُلَّهُ مِنَ الْإِيمَانِ.[24]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے، آپ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر اور اس (اللہ) کی ملاقات کے برحق ہونے پر اور

(23) القرآن الكريم سورة لقمان آية 34،

(24)صحیح البخاری :کتاب الایمان ، باب سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام

اس کے رسولوں کے بر حق ہونے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ پھر اس نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے پھر جواب دیا کہ اسلام یہ ہے کہ تم خالص اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ فرض ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو۔ پھر اس نے احسان کے متعلق پوچھا۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں جواب دینے والا پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا (البتہ) میں تمہیں اس کی نشانیاں بتا سکتا ہوں۔ وہ یہ ہیں کہ جب لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور جب سیاہ اونٹوں کے چرانے والے (دیہاتی لوگ ترقی کرتے کرتے) اونچی اونچی عمارتوں میں اِترائیں گے، (یاد رکھو) قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے کہ وہ کب ہو گی (آخر آیت تک) پھر وہ پوچھنے والا اٹھ کر جانے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے واپس بلا کر لاؤ۔ لوگ دوڑ پڑے، مگر وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھے، جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان تمام باتوں کو ایمان سے قرار دیا ہے۔

تشریح: یہ حدیث، حدیثِ جبرئیل کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت ابو

ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان تشریف فر ماتھے، ایک شخص حاضر ہوا، مشکوۃ شریف کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص حاضر ہوا اس کے بال بہت سیاہ اور اس کے کپڑے بہت سفید تھے، اور سفر کے آثار بھی اس پر ظاہر نہیں تھے، ہم میں سے کوئی شخص اس کو پہنچانتا بھی نہیں تھا، اس نے حضور سے سوال کیا: یا رسول اللہ! ایمان کیا ہے؟ سرکار ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو مانو اور اس کے فرشتے کو مانو، اس کی ملاقات پر یقین رکھو، اور رسولوں کو مانو اور دوبارہ زندہ کیے جانے کو حق جانو، مشکوۃ شریف کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب سرکار ﷺ نے جواب دیا تو سائل نے کہا: یارسول اللہ آپ نے سچ فرمایا: صحابہ فرماتے ہیں کہ جب سائل نے یہ کہا کہ یارسول اللہ آپ نے سچ فرمایا، تو ہم کو بڑا تعجب ہوا، کہ سوال بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی، سوال تو اس بات کی علامت ہے کہ اس کو معلوم نہیں، جب کہ تصدیق اس بات کی علامت ہے کہ اس کو معلوم ہے۔ پھر اس نے سوال کیا: یارسول اللہ! اسلام کیا ہے؟ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور نماز قائم کرو اور زکات ادا کرو، رمضان کا روزہ رکھو، پھر انہوں نے سوال کیا: یارسول اللہ احسان کیا ہے؟ یعنی اخلاص کیا ہے؟ سرکار نے ارشاد فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو، یہ کیفیت ہر انسان کو حاصل نہیں ہوتی، بلکہ اللہ کے محبوب اور اس کی بارگاہ کے مقبولوں کو ہی یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر حضرت عثمان غنی حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہم وغیرہ کو یہ مرتبہ حاصل تھا اور دیگر مقبولانِ بارگاہ الٰہی کو حاصل ہے۔ اور اگر یہ تصور نہ بنا سکو کہ تم

خدا کو دیکھ رہے ہو تو اتنا ضرور تصور کرو کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔ محدثین نے اس تصور کو فکری یکسوئی کے لیے نسخہ کیمیا کہا ہے۔ یقین جانیے کہ اگر کوئی یہ تصور کرتے ہوئے نماز ادا کرے کہ ہمارا مولی ہمیں دیکھ رہا ہے تو اس کو نماز کی چاشنی اور حقیقی لذت حاصل ہوگی۔

پھر سائل نے سوال کیا: یارسول اللہ !قیامت کب آئے گی ؟یہ سوال بتارہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قیامت کا علم تھا، اس لیے کہ یہ سوال کرنے والے کوئی اور نہیں حضرت جبرئیل تھے۔ اللہ رب العزت کے مقرب فرشتے ہیں، اگر انہوں نے یہ جانتے ہوئے سوال کیا کہ حضور کو معلوم نہیں تو سوال بے جا ہوا، جو اس عظیم المرتبت فرشتے اور اس کی شان کے لائق نہیں ،لہذا ان کا سوال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم ہے۔ کچھ لوگ اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ حدیث پاک کے کسی لفظ سے اس کا اشارہ بھی نہیں ملتا۔ بہر حال جب سائل نے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی تو سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’ ما المسئول عنها باعلم من السائل ‘‘یعنی جس سے سوال کیا گیا ہے وہ قیامت کے بارے میں سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، یعنی جبرئیل قیامت کے سلسلے میں جتنا تم جانتے ہو اتنا میں بھی جانتا ہوں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سرکار کو قیامت کا علم نہیں تھا ان کو غور کرنا چاہیے کہ اس حدیثِ پاک میں سرکار ﷺ نے قیامت کی تاریخ اور سن نہیں بیان فرمایا، لیکن اس کی نشانیاں بیان فرمادیں جس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو قیامت کا علم تھا، اس لیے کہ کسی شئ کی نشانیاں وہی بتاتا ہے جس کو اس شئے کا علم اور اس کے

بارے میں معلومات ہو۔اور آپ نے سن اور تاریخ اس لیے بیان نہیں فرمائی کہ قرآن نے ارشاد فرمایا'' لا تاتیکم الا بغتۃ '' یعنی قیامت اچانک آئے گی ،لہذا اگر سن اور تاریخ بھی بیان فرمادیتے تو اچانک نہ رہتا اور قرآن کی تکذیب بھی لازم آتی ۔ پھر سرکار ﷺ نے قیامت کی نشانیاں بیان فرمائیں کہ اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ ماں اپنے مولی کو جنے گی ،یعنی ماں کی پیٹ سے ایسا بچہ پیدا ہوگا جو اپنی والدہ کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرے گا جیسا کہ مالک اپنی نوکرانی کے ساتھ کرتا ہے ،اس کی نشانیوں میں یہ بھی ہے کہ اونٹوں کے چرواہے بڑی بڑی عمارتوں میں فخر کریں گے ۔ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کو بغیر اللہ کے بتائے کوئی نہیں جانتا،پھر سرکار نے'' ان اللہ عندہ علم الساعۃ ''کی تلاوت کی ،سوالات پوچھنے کے بعد سائل چلا گیا تو سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو لوٹا لاؤ، صحابہ کرام دوڑے تو کوئی نظر نہیں آیا ،سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ جبرئیل تھے، جولوگوں کو دین سکھانے آئے تھے ،یہاں سرکار ﷺ کا یہ جملہ کہ'' یہ جبرئیل تھے لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے'' قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث پاک میں دین تو سرکار سکھا رہے ہیں، جبرئیل تو صرف سوال کر کے اس کا سبب بن رہے ہیں ،دوسری بات یہ ہے کہ اگر جبرئیل دین سکھانے آئے تھے تو انہوں نے یہ طریقہ کیوں اختیار کیا، جبرئیل خود بتا دیتے سرکار کی زبان سے کیوں کہلوایا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل کو معلوم تھا کہ اگر ہم کہیں گے تو لوگوں کو تو معلوم ہو جائے گا، لیکن یہ شریعت کا قانون نہیں بن پائے گا مصطفی کہتے جائیں گے تو اسلام کا قانون بنتا جائے گا۔ امام بخاری نے ان تمام امور کو ایمان سے قرار دیا ہے۔

مسلمانوں کی خیر خواہی کا درس

۲۱۔عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ البَجَلِيْ ، قَالَ: "بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ ".(25)

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

تشریح:۔

یہ حدیث حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ سرکار ﷺ کے بڑے ہی مقدس صحابی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے وصال سے تقریبا چھ مہینے پہلے اسلام لائے، آپ کا قد بڑا لمبا تھا، کھڑے ہوتے تھے تو آپ کا سر اونٹ کے کوہان تک پہونچ جاتا تھا، آپ اتنے حسین و جمیل تھے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی امت کا یوسف قرار دیاہے۔ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی فرماتے ہیں، میں نے سرکار ﷺ سے نماز پڑھنے، زکات دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا عہد کیا۔اس حدیث پاک سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ

---

(25)صحیح البخاری :کتاب الایمان ، باب قول النبی ﷺ الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم

سلسلہ بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جاری ہے۔ یہ کوئی آج کی نئی چیز نہیں ہے اور صحابہ کرام کے دل میں دوسروں کی خیر خواہی کا ایسا جذبہ رہتا تھا کہ سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بھلائی اور خیر خواہی پر بیعت کرتے تھے۔ ایک دوسری حدیث میں سرکار ﷺ نے فرمایا" الدین النصیحۃ " یعنی دین خیر خواہی ہی کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ خیر خواہی اللہ کے لیے ہو، رسول اللہ ﷺ کے لیے اور تمام ایمانی بھائیوں کے لیے ہو، اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی یہ ہے کہ اسے ایک مانیں اسے خالق ومالک اور تمام صفات کمال وجمال سے متصف مانیں اس کی اطاعت کریں اس پر بھروسہ کریں اور رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی سنت و سیرت کو اپنائیں ،ان کی اتباع کریں، ان پر کثرت سے درود شریف پڑھیں، انہیں محبوب رب العالمین مانیں، اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ان سے محبت کریں، عالم غیب مانیں، مالک ومختار مانیں، انہیں قبر پاک میں زندہ وباحیات مانیں، شفاعت کرنے والا مانیں بار گاہِ رب العزت کا وسیلہ اعظم مانیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں جو کمالات عطا کیے ہیں، انہیں ویسا ہی تسلیم کریں۔ کبھی ان کی بارگاہ شریف میں اپنی حد سے آگے نہ بڑھیں، اور عام مسلمین کی خیر خواہی یہ ہے کہ کبھی کسی کو غلط مشورہ نہ دیں، ہر مومن سے اللہ ورسول کے لیے محبت کریں، مومنین کے لیے دنیا وآخرت کا فائدہ چاہیں، اور اپنے اقوال و افعال و کردار سے کبھی کسی مومن کو ایذا نہ پہنچائیں، اور ہر ایک کے کام آئیں۔ اگر اہل ایمان اس حدیث پاک پر عمل کرنے لگیں تو دوسری قومیں اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتیں۔

قیامت کب آئے گی؟

٢٢ـعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: "بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ ؟ فَمَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: سَمِعَ مَا قَالَ، فَكَرِهَ مَا قَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ لَمْ يَسْمَعْ، حَتَّى إِذَا قَضَى حَدِيثَهُ، قَالَ: أَيْنَ أُرَاهُ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ ؟ قَالَ: هَا أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ، قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا ؟ قَالَ: إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ".(26)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما ان سے گفتگو فرمارہے تھے ۔اتنے میں ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ قیامت کب آئے گی؟ نبی کریم ﷺ اپنی گفتگو میں مصروف رہے۔ بعض لوگ (جو مجلس میں تھے) کہنے لگے آپ ﷺ نے دیہاتی کی بات سنی لیکن پسند نہیں فرمائی اور بعض کہنے لگے کہ نہیں بلکہ آپ نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ جب آپ ﷺ اپنی باتیں پوری کر چکے تو فرمایا قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں گیا؟ اس (دیہاتی) نے کہا: (یارسول اللہ!) میں موجود ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(26)صحیح البخاری :کتاب الایمان ، باب من سئل علما وهو مشغول فی حدیثہ فاتم الحدیث ثم اجاب السائل

جب امانت (ایمانداری دنیا سے) اٹھ جائے تو قیامت قائم ہونے کا انتظار کر۔ اس نے کہا ایمان داری اٹھنے کا کیا مطلب ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب (حکومت کے کاروبار) نالائق لوگوں کو سونپ دیے جائیں تو قیامت کا انتظار کر۔

حاکم بحرین کے نام سرکار ﷺ کا نامہ مبارک اور رسول کی گستاخی کا انجام

۲۳۔ عَنْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ رَجُلًا وَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ الْبَحْرَيْنِ، فَدَفَعَهُ عَظِيمَ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى، فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ، فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُمَزَّقُوا كُلَّ مُمَزَّقٍ".(27)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اپنا ایک خط دے کر بھیجا اور اسے یہ حکم دیا کہ اسے حاکم بحرین کے پاس لے جائے۔ بحرین کے حاکم نے وہ خط کسریٰ (شاہ ایران) کے پاس بھیج دیا۔ جس وقت اس نے وہ خط پڑھا تو چاک کر ڈالا (راوی کہتے ہیں) اور میرا خیال ہے کہ ابن مسیب نے (اس کے بعد) مجھ سے کہا کہ (اس واقعہ کو سن کر) رسول اللہ ﷺ نے اہل ایران کے لیے بددعا کی کہ وہ (بھی چاک شدہ خط کی طرح) ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

تشریح: اس حدیث پاک میں کسریٰ کے لیے دعاے ضرر کا ذکر ہے کیوں کہ

(27) صحیح البخاری : کتاب العلم ،باب مایذکر فی المناولۃ وکتاب اهل العلم با لعلم الی البلدان

اس نے آپ ﷺ کا نامہ مبارک چاک کر ڈالا تھا، چنانچہ خود اس کے بیٹے نے اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ جب وہ مرنے لگا تو اس نے دواؤں کا خزانہ کھولا اور زہر کے ڈبے پر لکھ دیا کہ یہ دوا قوت باہ کے لیے اکسیر ہے۔ بیٹا جماع کا بہت شوق رکھتا تھا، جب وہ مر گیا اور اس کے بیٹے نے دواخانے میں اس ڈبے پر یہ لکھا ہوا دیکھا تو اس کو وہ کھا گیا اور وہ بھی مر گیا۔ اسی دن سے اس سلطنت میں تنزل شروع ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔ ایران کے ہر بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوا کرتا تھا۔ اس زمانے کے کسریٰ کا نام پرویز بن ہرمز بن نوشیران تھا، اسی کو خسرو پرویز بھی کہتے ہیں۔ آج کل ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگوں کا پرویز نام ملتا ہے، حالاں کہ اس پرویز نامی نام کے شخص نے سرکارِ دوعالم ﷺ کے نامہ گرامی پھاڑ ڈالا تھا، لہٰذا اہل اسلام کو اپنے بچوں کا نام پرویز نہیں رکھنا چاہیے۔ اس کے قاتل بیٹے کا نام شیرویہ تھا، خلافت فاروقی میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ایران فتح ہوا۔

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ سرکار ﷺ کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی کوئی بات کبھی خطا نہیں کرتی۔

ع۔ تمہارے منھ سے جو بات نکلی ہو کے رہی

مسلمان کی جان ومال، عزت وآبرو کا احترام لازم ہے

۲۴۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، ذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ عَلَى بَعِيرِهِ وَأَمْسَكَ إِنْسَانٌ بِخِطَامِهِ أَوْ

بِزِمَامِهِ، قَالَ: أَيُّ يَوْمٍ هَذَا ؟ فَسَكَتْنَا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ سِوَى اسْمِهِ، قَالَ: أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ ؟ قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا ؟ فَسَكَتْنَا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، فَقَالَ: أَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ ؟ قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: "فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، لِيبَلِّغ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسَى أَنْ يُبَلِّغَ مَنْ هُوَ أَوْعَى لَهُ مِنْهُ".(28)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ وہ (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص نے اس کی نکیل تھام رکھی تھی، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا آج یہ کون سا دن ہے؟ ہم خاموش رہے، حتیٰ کہ ہم سمجھے کہ آج کے دن کا آپ کوئی دوسرا نام اس کے نام کے علاوہ تجویز فرمائیں گے ۔(پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا آج قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا: بیشک، (اس کے بعد) نبی کریم ﷺ نے فرمایا، یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم (اس پر بھی) خاموش رہے اور یہ (ہی) سمجھے کہ اس مہینے کا (بھی) آپ اس کے نام کے علاوہ کوئی دوسرا نام تجویز فرمائیں گے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا، بیشک،

---

(28)صحیح البخاری :کتاب الایمان ، باب من قعد حیث ینتہی بالمجلس ومن رأی فرجۃ فی الحلقۃ فجلس فیہا

آپ ﷺ نے فرمایا، تو یقیناً تمھاری جانیں اور تمھارے مال اور تمھاری آبرو تمھارے درمیان اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت تمھارے اس مہینے اور اس شہر میں ہے۔ پس جو شخص حاضر ہے اسے چاہیے کہ غائب کو یہ (بات) پہنچادے، کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ جو شخص یہاں موجود ہے وہ ایسے شخص کو یہ خبر پہنچائے، جو اس سے زیادہ (حدیث کا) یاد رکھنے والا ہو۔

تشریح:۔

یہ بڑی پیاری حدیث ہے اور یہ واقعہ دسویں ذی الحجہ کو حجۃ الوداع کے موقع پر پیش آیا، اس وقت ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام تھے۔ ان کے درمیان سرکار ﷺ نے اس دن کے بارے میں پوچھا، لیکن ادبِ صحابہ ملاحظہ فرمائیے کہ سب خاموش رہے، جواب دینے کی جرأت نہیں کی، کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ سرکار علیہ السلام صرف دن پوچھنا نہیں چاہتے، لہذا سب خاموش رہے، حتی کہ انہیں یہ خیال ہونے لگا کہ شاید سرکار علیہ السلام اس دن کا کوئی دوسرا نام رکھیں گے، جب سرکار نے صحابہ کی خاموشی اور ان کا ادب دیکھا تو خود ارشاد فرمایا کہ "کیا یہ یوم النحر نہیں" تو صحابہ نے جواب دیا" بالکل یا رسول اللہ یہ یوم النحر ہے" پھر سرکار ﷺ نے پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ اس پر بھی صحابہ کرام خاموش رہے اور سرکار ﷺ بھی خاموش رہے، یہاں تک کہ صحابہ سوچنے لگے شاید رسول اللہ اس مہینہ کا نام تبدیل کرنا چاہتے ہیں، ہم بخوبی اس سے صحابہ کی سوچ اور ان کے سچے عشق کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ رسول اللہ کی ہر بات قبول کرنے کو ہمیشہ تیار

رہتے تھے۔اگر سرکار ﷺ رات کو دن کہ دیں تو وہ بھی بلا تامل آپ کے ساتھ رات کو دن کہنے لگیں اور ادب کے حوالے سے کسی نے کیا خوب کہا ہے " ادب ہی سے انسان انسان ہے۔ادب جس میں نہ ہو وہ حیوان ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر رسول اللہ ﷺ ذی الحجہ کا نام محرم یا سفر رکھ دیتے تو صحابہ کرام بھی اسے محرم یا صفر کہنے لگتے، صحابہ نے یہ روش اس لیے اختیار کی ان کا یہ یقین تھا سرکار ﷺ کی بارگاہ کی تعظیم و تکریم ہی کا نام ایمان ہے۔ ادب اللہ کی بڑی خاص نعمت ہے اور جو انسان مؤدب ہوتا ہے اور اپنے بڑوں کا احترام کرتا ہے، اللہ کی اس پر بڑی خاص رحمت ہوتی ہے،، تو پھر جب سرکار علیہ السلام نے صحابہ کی خاموشی دیکھی تو ارشاد فرمایا: کہ کیا یہ ذی الحجہ نہیں، صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ یہ ذی الحجہ ہی کا مہینہ ہے، پھر سرکار صلی اللہ علیہ سلم نے ایک بڑی پیاری نصیحت فرمائی جسے اگر ہمارا معاشرہ اپنا لے تو تنہا یہ نصیحت پورے معاشرے کو خدا سے جوڑ دینے کے لیے کافی ہے ارشاد فرمایا " تمھاری جانیں، تمھارے مال، اور تمھاری آبرو ایک دوسرے پر حرام ہیں ،لہذا ایک مومن کو دوسرے مومن کی جان پر حملہ کرنا مال پر حملہ کرنا اور عزت و آبرو پر حملہ کرنا حرام ہے، اگر یہ امت اپنے آقا کی اس حدیث پاک پر عمل کر لے تو یہی ایک حدیث پاک اہل اسلام کے درمیان تمام اختلافات کے خاتمہ کے لیے کافی ہے، پھر ہمارے درمیان نہ خاندان و برادری کے نام پر اختلاف ہوگا اور نہ ہی رنگ ونسل کے نام پر، نہ صوبہ وعلاقہ کے نام پر، نہ ہی پیری مریدی کے نام پر، وہ پیری و مریدی جو سرکار ﷺ کے دین اور ان کی احادیث سے ہٹ کر ہو شرعا اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

واعظین کو سامعین کی طبیعت وفطرت کا خیال رکھنا چاہیے

٢٥۔ عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، قَالَ: "كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ، وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا".[29]

حضرت ابووائل سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ کرتے تھے۔ ایک آدمی نے ان سے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! میں چاہتا ہوں کہ تم ہمیں ہر روز وعظ سنایا کرو۔ انہوں نے فرمایا، سن لو کہ مجھے اس امر سے کوئی چیز مانع ہے تو یہ کہ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کہیں تم تنگ نہ ہوجاؤ اور میں وعظ میں تمھاری فرصت کا وقت تلاش کیا کرتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اس خیال سے کہ ہم کبیدہ خاطر نہ ہوجائیں، وعظ کے لیے ہمارے اوقاتِ فرصت کا خیال فرماتے تھے۔

تشریح: یہ حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو سرکار ﷺ کے صاحب اسرار صحابی ہیں، اور آپ کی زندگی کا یہ بڑا نمایاں کردار ہے کہ آپ ہی نے جنگ بدر کے موقع پر ابوجہل کی گردن الگ کی تھی، اور سرکار امام اعظم ابوحنیفہ رضی

(29)صحیح البخاری :کتاب العلم: باب من جعل لاهل العلم ایا ما معلومة

اللہ عنہ کی طرف جو علم فقہ منتقل ہوا ہے وہ آپ ہی سے منتقل ہوا ہے ،راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود جمعرات کو لوگوں کو نصیحت کیا کرتے تھے تو ایک شخص نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ روزانہ نصیحت کیا کریں اور نبی کریم ﷺ کے دین کی باتیں سنایا کریں، حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ میں تمہیں اکتاہٹ میں نہیں ڈالنا چاہتا، اور میں تمھاری اکتاہٹ کا ویسا ہی خیال رکھتا ہوں جس طرح مصطفی ﷺ ہمارا خیال رکھتے تھے۔ اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ وہ زمانہ سرکار ﷺ کے زمانہ سے قریب تھا، خیر القرون میں سے تھا سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا "خیرالقرون قرنی ثم الذین یلونهم" ترجمہ: سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے (یعنی حضرت آدم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک سب سے بہتر زمانہ زمانہ مصطفی ﷺ ہے، کیوں کہ وہ سب سے بہتر نبی کا زمانہ ہے) پھر جو اس سے متّصل ہو ، پھر جو اس سے متّصل ہو، خیر القرون کا حال یہ ہے کہ انسان کی اکتاہٹ کا خیال کیا جارہا ہے، آج ہمیں ان باتوں کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، اس میں علما، واعظین کے لیے، درس و عبرت ہے کہ انہیں سامعین کی طبیعت وفطرت اور رغبت کا خیال کرنا چاہیے، اس بے دینی کے دور میں ہمیں اس کا کتنا لحاظ کرنا چاہیے، یہ تو وعظ و نصیحت کا مسئلہ ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے نماز جیسی اہم فرض میں اتنی لمبی قراءت سے منع فرمایا جو مقتدیوں پر گراں ہو، نیز اس حدیث پاک سے نعت و سلام پڑھنے والوں کو بھی سبق لینا چاہیے کہ اتنا لمبا سلام نہ پڑھیں کہ دوسروں کو گرانی محسوس ہو۔

آسانیاں پیدا کرو سختیاں پیدا نہ کرو

۲۶۔ عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا".(30)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا، آسانی کرو اور سختی نہ کرو اور خوش کرو نفرت نہ دلاؤ۔

تشریح:۔

اس حدیث میں سرکار ﷺ نے امت پہ معاملات آسان کرنے کا پیغام دیا ہے۔اس میں علمائے عظام، مفتیان کرام اور عوام سب کے لیے درس ہے، اسلام میں آسانی کی ایک نظیر یہ ہے کہ بہتا ہوا خون حرام قرار دیا گیا ہے۔ قرآن نے صراحت کے ساتھ دم مسفوح یعنی بہتے ہوے خون کو حرام کہا ہے اور جب خون حرام ہے تو اس کا بیچنا، اس کا خریدنا اور اس کے ساتھ کسی بھی طرح کا معاملہ کرنا حرام ہو گا، لیکن اگر کوئی شخص بیمار ہو اور اسے خون کی ضرورت ہو کہ اگر خون نہ دیا گیا تو اس کی جان بھی جا سکتی ہے، اس موقع پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ایک جملہ " یسروا" کے ذریعہ علما کے سامنے جواز کا فتوی دینے کا راستہ ہموار فرما دیا اور علما کرام نے اس حدیث سے استفادہ کرتے ہوئے " الضرورات تبیح المحظورات " کے تحت یہ فتویٰ دے دیا کہ اگر کسی مریض کے حق میں ڈاکٹروں نے یہ فیصلہ کر دیا ہو کہ اسے خون کی ضرورت ہے تو اسے خون دینا بھی جائز ہے اور

(30)صحیح البخاری :کتاب الایمان ، باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم با لموعظۃ والعلم کی لاینفروا

اس کے لیے خون چڑھوانا بھی جائز ہے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا" بشروا و لا تنفروا " میری امت کو بشارت دو، انہیں دین سے نفرت نہ دلاؤ، حق یہ ہے کہ قوم مسلم نے ابھی مذہب اسلام کو ٹھیک سے سمجھا ہی نہیں ہے، اگر کما حقہ دین اسلام کی طبیعت سمجھ میں آ جائے تو شاید قوم مسلم آج ہی اپنی بدکرداریوں سے باز آکر سیدھے راستے پہ گامزن ہو جائے، آپ مذہب اسلام میں بندوں کی آسانی اور سہولت کا کتنا خیال رکھا گیا ہے اس کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ ایک صحابی رسول نماز پڑھا رہے تھے، ایک دوسرے صحابی آکر ان کی، اقتدا میں نماز کے لیے کھڑے ہو گئے ، وہ دن بھر کے تھکے تھے امام نے لمبی قرا ءت کی، لہذا انہوں نے نیت توڑ دی اور الگ نماز پڑھی، پھر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آکر شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم دن بھر کے تھکے رہتے ہیں، آپ نے جسے امام بنایا ہے وہ بڑی لمبی قراءت کرتا ہے ہماری تھکاوٹ کا بالکل خیال نہیں کرتا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جماعت سے نفرت دلا رہے ہو؟ تم میں سے جو امامت کرے وہ ہلکی قرات کرے تاکہ لوگوں پہ گراں نہ گزرے ، کیوں کہ نمازیوں میں کوئی کمزور ہوتا ہے، کوئی بیمار ہوتا ہے، کوئی بوڑھا ہوتا ہے، لہذا ان سب کا خیال رکھنا چاہیے ، اسلام کی یہ خوبی ہے کہ اسلام اپنے تمام ماننے والوں کا ہر اعتبار سے خیال رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے

۲۷ ـقَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيبًا، يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا

يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي، وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ".(31)

حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے معاویہ سے سنا۔ وہ خطبہ میں فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی عطا سے سب کچھ تقسیم کرنے والا ہوں، اللہ عطا فرماتا ہے۔اور یہ امت جب تک اللہ کے حکم پر قائم رہے گا ان کی مخالفت کرنے والا انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے (اور یہ عالم فنا ہو جائے)۔

تشریح:۔

سرکار ﷺ کی یہ بڑی پیاری حدیث ہے،اس میں علماے کرام کے بلندی درجات کی جانب اشارہ کیا،اس سے بڑھ کر سعادت کیا ہو گی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا ہے،صاحب روح البیان نے علماے کرام کی فضیلت کے بارے میں ایک حدیث پاک نقل فرمائی،بروز قیامت عابدین تنہا تنہا جنت میں داخل ہوتے جائیں گے اور جب علماے کرام جنت میں جائیں گے تو رضوان جنت ان کو روک لے گا اور کہے گا کہ تنہا مت جایئے اپنے چاہنے والوں کو اپنے ساتھ لیتے جایئے۔ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک یہ امت دینِ خدا پر قائم رہے گی

(31)صحیح البخاری :کتاب العلم ، باب من یر داللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین

کوئی مخالف اس کو نقصان نہیں پہونچا سکتا، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے، یعنی یہ امت جب تک سرکار ﷺ کے دین پر قائم ہے دشمنانِ اسلام اس کو نقصان نہیں پہونچا سکتے ۔ یہ اس نبی کا ارشاد ہے جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے " وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحىٰ " میرا محبوب اپنی خواہش سے نہیں بولتا، یہ وہی بولتا ہے جو اللہ کی وحی ہوتی ہے ۔ اگر ہم اس حدیث کے تناظر میں عصر حاضر کا جائزہ لیں تو نتیجہ صاف نظر آتا ہے کہ اس امت کے مخالفین چاہے امریکی ہوں یا برطانوی یا ہندوستان کی اسلام دشمن جماعتیں، قوم مسلم کو نقصان صرف اس لیے پہونچا رہی ہیں کہ اس قوم کا دین کے ساتھ رشتہ کمزور ہو گیا ہے، اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ اگر یہ امت تمام ذلتوں اور آفتوں سے محفوظ رہنا چاہے تو دین و شریعت پر قائم رہنا چاہیے، اس کے بغیر حفاظت کا کوئی راستہ نہیں۔

دو قابل رشک چیزیں

۲۸ ۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ، رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا". (32)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا

(32) صحیح البخاری :کتاب العلم : باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ

ارشاد ہے: صرف دولوگ حسد کا شکار ہوتے ہیں ، ایک تو وہ شخص جسے اللہ نے دولت دی ہو اور وہ اس دولت کو راہ حق میں خرچ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو، اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت (کی دولت) سے نوازا ہو اور وہ اس کے ذریعہ سے فیصلہ کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس حکمت کی تعلیم دیتا ہو۔

تشریح:۔

حسد کا معنی ہے آرزو کرنا کہ کسی کی نعمت اس سے زائل ہو کر مجھے مل جائے ، یہ مذموم ہے۔

اللہ عزوجل کسی کو مال عطا فرمائے یہ اس کا فضل ہے۔ اور اسے اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے یہ دوسرا فضل ہے۔ اسی طرح علم دین اس کا فضل عظیم ہے اور علم پر عمل اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے اور اس کی نشر و اشاعت کی توفیق مزید فضل ہے۔ مراد یہ ہے کہ لوگ طرح طرح کی آرزو کرتے ہیں، مگر خصوصی طور پر آرزو کرنے کے لائق صرف دو نعمتیں ہیں۔ اس سے ان دونوں نعمتوں کی عظمت ظاہر کرنا مقصود ہے۔

سرکار صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے علم وہدایت سے مستفید ہونے اور نہ ہونے والے کی مثال

٢٩۔ عَنْ أَبِي مُوسَى ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ، كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ

قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ"۔[33]

حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے جس علم و ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال اس زبردست بارش کی ہے جو زمین پر (خوب) برسے۔ بعض زمین جو صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور خوب سبزہ اور گھاس اگاتی ہے، اور بعض زمین جو سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے ،اس سے اللہ تعالی لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں اور سیراب کرتے ہیں۔ اور کچھ زمین کے بعض خطوں پر پانی پڑتا ہے جو بالکل چٹیل میدان ہوتے ہیں۔ نہ پانی روکتے ہیں اور نہ ہی سبزہ اگاتے ہیں۔ تو یہ اس شخص کی مثال ہے جو دین میں سمجھ پیدا کرے اور اس کو وہ چیز نفع دے جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس نے علم دین سیکھا اور سکھایا، اور یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے سر نہیں اٹھایا (یعنی توجہ نہیں کی) اور جو ہدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا۔

تشریح:۔ اس حدیثِ پاک میں سرکار اقدس ﷺ نے دین کی مثال اس زور دار بارش سے دی جو ہر جگہ برستی ہے، مگر زمین کی صلاحیت کے اعتبار سے اس کا نتیجہ مختلف

---

(33)صحیح البخاری :کتاب العلم : باب فضل من علم وعلّم

ہوتا ہے ،ایک زمین عمدہ زرخیز ہے، پانی اپنے اندر جذب کرکے اپنے خزانے اگل دیتی ہے ،غلے سبزیاں اگاتی ہیں، جو جاندار کی خوراک ہیں۔یہی حال ایسے افراد کا ہے جو دین قبول کرکے اسے سیکھ کر دوسرے کو بھی تعلیم دیتے ہیں، خود عمل نہیں کرتے، دوسروں سے عمل کراتے ہیں۔دوسری وہ زمین جو پانی جمع کرلیتی ہے، کچھ اگاتی نہیں، مگر اس جمع شدہ پانی سے دوسروں کو طرح طرح سے فائدہ پہونچاتی ہے۔یہ حال ان لوگوں کا جو دین قبول کرکے دین سیکھتے ہیں، مگر کما حقہ اس پر عمل نہیں کرتے۔مگر اس کے علم سے دوسروں کو فائدہ پہونچتا ہے۔یا مراد وہ محدثین ہیں جو احادیث حفظ کرلیتے ہیں مگر تفقہ نہ ہونے کی وجہ سے خود احکام کا استنباط نہیں کرسکتے۔مگر ان سے احادیث سن کر دوسرے لوگ جو فقیہ ہیں احکام استخراج کرتے ہیں۔تیسری وہ چٹیل بنجر زمین جو نہ پانی جمع کرتی ہے اور نہ کچھ اگاتی ہے۔اس پر پانی آیا بہہ گیا۔یہ حال ان لوگوں کا ہے جنہوں نے دین قبول ہی نہیں کیا، اس پر کوئی توجہ نہ دی۔

قیامت کی چند علامتیں

٣٠۔عَنْ أَنَسٍ ، قَالَ: لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِي، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ، أَنْ يَقِلَّ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا، وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ

الْوَاحِدُ".[(34)]

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو میرے بعد تم سے کوئی نہیں بیان کرے گا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ علاماتِ قیامت میں سے یہ ہے کہ علم (دین) کم ہو جائے گا۔ جہل عام ہو جائے گا۔ زنا بکثرت ہو گا۔ عورتیں بڑھ جائیں گی اور مرد کم ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ 50 عورتوں کا نگراں صرف ایک مرد رہ جائے گا۔

تشریح :۔

اس حدیثِ پاک میں سرکار ﷺ نے قیامت کی کچھ نشانیاں بیان فرمائی ہیں، کچھ لوگ اپنی کم علمی اور نادانی کی بنیاد پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غیب کا علم نہیں رکھتے، اور کچھ لوگوں کو بخاری کا نشہ رہتا ہے، وہ بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں۔ علم غیبِ مصطفیٰ کے بارے میں انہیں اس حدیث پہ غور کرنا چاہیے اور سرکار ﷺ کے علم غیب کے بارے میں اپنا عقیدہ درست کرنا چاہیے۔ اس حدیثِ پاک میں سرکار ﷺ نے جو باتیں ارشاد فرمائی ہیں وہ سب ان کے زمانہ پاک کے اعتبار سے مستقبل سے تعلق رکھتی تھیں۔ اب مزید یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مستقبل کا علم غیب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں سرکار نے فرمایا" ان یرفع العلم "علم اٹھایا جائے گا آج ہم اس چیز کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ جو عالم و مفتی جاتا ہے، وہ اپنی جگہ خالی کر جاتا ہے، اس کی نیابت کرنے والا اس کے پایہ کا

---

(34)صحیح البخاری :کتاب العلم : باب رفع العلم وظہور الجہل

عالم نہیں ہوتا، دن بدن علمی انحطاط ہوتا جارہاہے، بدکاریاں و بے حیائیاں پھیلتی جارہی ہیں، جو لوگ اخبار پڑھتے ہیں، انٹرنیٹ سے تعلق رکھتے ہیں انہیں بخوبی اندازہ ہے کہ آج بدکاریاں کس حد تک پہونچ چکی ہیں اور یہ بدکاریاں آج معاشرے میں رائج ہوئی ہیں، لیکن میرے نبی ﷺ نے ساڑھے چودہ سو برس پہلے ہی اس کی خبر دے دی تھی، یہ حالات اسی وقت نگاہِ نبوت کے سامنے تھے تو مصطفیٰ ﷺ کی نگاہِ نبوت کا کمال بھی ہے اور یہ علم غیب مصطفیٰ بھی ہے، لہذا بخاری کے نشہ میں چور رہنے والے اور دوسرے لوگ بھی جو علم مصطفیٰ کو اپنے ترازو میں تولتے ہیں، ان سے گزارش ہے کہ وہ ایمانی نگاہوں سے ان احادیث کو پڑھیں اور پنا عقیدہ درست کریں۔

سورج گہن اللہ کے غضب کی نشانی ہے

۳۱۔عَنْ أَسْمَاءَ ، قَالَتْ: "أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّي، فَقُلْتُ: مَا شَأْنُ النَّاسِ، فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ، فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ، فَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللَّهِ، قُلْتُ: آيَةٌ، فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ، فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ، فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلَى رَأْسِي الْمَاءَ، فَحَمِدَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي حَتَّى الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي قُبُورِكُمْ مِثْلَ أَوْ قَرِيبًا لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ، قَالَتْ أَسْمَاءُ: مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، يُقَالُ: مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوقِنُ لَا أَدْرِي بِأَيِّهِمَا، قَالَتْ أَسْمَاءُ، فَيَقُولُ: هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى

فَأَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا هُوَ مُحَمَّدٌ ثَلَاثًا، فَيُقَالُ: نَمْ صَالِحًا، قَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوقِنًا بِهِ، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ، قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ". (35)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، وہ نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے کہا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا (یعنی سورج کو گہن لگا ہے) ،اتنے میں لوگ (نماز کے لیے) کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اللہ پاک ہے۔ میں نے کہا (کیا یہ گہن) کوئی (خاص) نشانی ہے؟ انہوں نے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں! پھر میں (بھی نماز کے لیے) کھڑی ہو گئی۔ حتیٰ کہ مجھے غش آنے لگا، تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر (نماز کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اس کی حمد وثنا بیان فرمائی، پھر فرمایا، جو چیز مجھے پہلے دکھلائی نہیں گئی تھی آج وہ سب اس جگہ میں نے دیکھ لی، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا، اور مجھ پر یہ وحی کی گئی کہ تم اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے، «مثل» یا «قرب» کا کون سا لفظ حضرت اسماء رضی اللہ عنہانے فرمایا، میں نہیں جانتی، حضرت فاطمہ کہتی ہیں (یعنی) فتنہ دجال کی طرح (آزمائے جاؤ گے) ،کہا جائے گا (قبر کے اندر کہ) تم اس آدمی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ تو جو صاحب ایمان یا صاحب یقین ہو گا، کون سا لفظ فرمایا حضرت اسماء رضی اللہ

(35)صحیح البخاری :کتاب العلم : باب من اجاب الفتیا بالاشارة والرأس

عنہانے فرمایا، مجھے یاد نہیں۔ وہ کہے گا وہ محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں، جو ہمارے پاس اللہ کی ہدایت اور دلیلیں لے کر آئے تو ہم نے ان کو قبول کر لیا اور ان کی پیروی کی، وہ محمد ﷺ ہیں۔ تین بار (اسی طرح کہے گا) پھر (اس سے) کہہ دیا جائے گا کہ آرام سے سو جا، بیشک ہم نے جان لیا کہ تو محمد ﷺ پر یقین رکھتا تھا۔ اور بہرحال منافق یا شکی آدمی، میں نہیں جانتی کہ ان میں سے کون سا لفظ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا۔ تو وہ (منافق یا شکی آدمی) کہے گا کہ جو لوگوں کو میں نے کہتے سنا میں نے (بھی) وہی کہہ دیا۔ (باقی میں کچھ نہیں جانتا۔)

تشریح:۔

یہ حدیث حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہن ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سرکار ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ محبوبہ محبوب رب العالمین ہیں، آپ بہت بڑی عالمہ فاضلہ تھیں، صحابہ جب مسائل میں الجھتے تھے تو آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور پیچیدہ مسائل حل کروانے کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ چند لمحات میں انہیں حل فرمادیا کرتی تھیں، آپ کے یہاں حضرت اسماء آئیں، انہوں نے آپ کو بے وقت نماز پڑھتے دیکھا، سرکار ﷺ امامت فرمارہے تھے اور صحابہ کرام سرکار کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے تھے، حضرت اسماء نے بے وقت لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر سیدہ عائشہ سے پوچھا کہ کیا بات ہے لوگ اس وقت نماز کیوں پڑھ رہے ہیں؟ تو سیدہ عائشہ نے حالتِ نماز میں آسمان کی جانب اشارہ کر دیا، یعنی اس وقت سورج کو گہن لگا ہوا تھا، اور سرکار ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ گہن کی نماز ادا

فرمارہے تھے، پھر حضرت اسماء بھی نماز میں شامل ہوگئیں اور کچھ دیر بعد انہیں غشی طاری ہونے لگی تو وہ اپنے سر پر پانی ڈالنے لگیں، پھر جب سرکار ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے خدا کی حمد وثنا کی، پیغمبرِ اسلام ﷺ جب بھی خطبہ دیتے تھے تو پہلے اپنے رب کی حمد وثنا کیا کرتے تھے، لہذا اس امت کو بھی ہمیشہ اپنے خدا کی حمد وثنا کرتے رہنا چاہیے۔ پھر سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جو چیزیں ابھی تک نہ دیکھی تھیں وہ تمام چیزیں ابھی اسی مقام پر دیکھ لیں، حتیٰ کہ جنت اور دوزخ بھی دیکھ لی۔ یہ حدیثِ پاک اللہ کے نبی ﷺ کے علم غیب کی بین دلیل ہے۔ اس حدیث سے ہمیں دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک تو یہ کہ جب بھی بندہ کسی پریشانی میں مبتلا ہو، یا کسی مصیبت کا سامنا ہو تو سب سے پہلے اپنے خدا کو یاد کرنا چاہیے۔ اس کی بارگاہ بے نیاز میں سر جھکانا چاہیے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب بھی سرکار ﷺ کو کوئی معاملہ در پیش ہوتا تو وہ فوراً نماز کی طرف توجہ فرماتے۔ لہذا ہمیں اپنے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے اور کسی بھی حال میں اپنے رب کی یاد سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کو قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کا علم عطا فرمادیا ہے۔ سرکار ﷺ کے علم شریف کے بارے میں اتنی واضح اور صریح حدیثیں دیکھ لینے کے بعد بھی اگر کوئی ہٹ دھرمی کرے اور سرکار کے لیے علم غیب نہ مانے تو ہم اس کے لیے صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے اسے حق قبول کرنے کی توفیق عطا نہ فرمائی۔

صحابہ کرام کا ذوقِ علم

٣٢۔ عَنْ عُمَرَ ، قَالَ: "كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِي مِنْ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ، وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِخَبَرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، فَنَزَلَ صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَوْمَ نَوْبَتِهِ فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا، فَقَالَ: أَثَمَّ هُوَ، فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ عَظِيمٌ، قَالَ: فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي، فَقُلْتُ: طَلَّقَكُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: لَا أَدْرِي، ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ: أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ، قَالَ: لَا، فَقُلْتُ: اللَّهُ أَكْبَرُ". [36]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی دونوں اطراف مدینہ کے ایک گاؤں بنی امیہ بن زید میں رہتے تھے، جو مدینہ کے (پورب کی طرف) بلند گاؤں میں سے ہے۔ ہم دونوں باری باری نبی کریم ﷺ کی خدمت شریف میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن وہ آتا، ایک دن میں آتا۔ جس دن میں آتا اس دن کی وحی کی اور (رسول اللہ ﷺ کی فرمودہ) دیگر باتوں کی اس کو خبر دے دیتا تھا، اور جب وہ آتا تھا تو وہ بھی اسی طرح کرتا۔ ایک دن وہ میرا انصاری ساتھی اپنی باری کے روز

(36)صحیح البخاری :کتاب العلم : باب التناؤب فی العمل

حاضر خدمت ہوا (جب واپس آیا) تو اس نے میرا دروازہ بہت زور سے کھٹکھٹایا اور (میرے بارے میں پوچھا کہ) کیا عمر یہاں ہیں؟ میں گھبرا کر اس کے پاس آیا۔ وہ کہنے لگا کہ ایک بڑا معاملہ پیش آگیا ہے۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے) پھر میں (اپنی بیٹی) حفصہ کے پاس گیا، وہ رو رہی تھی۔ میں نے پوچھا، کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ نے طلاق دے دی ہے؟ وہ کہنے لگی میں نہیں جانتی۔ پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے کھڑے کھڑے کہا کہ کیا آپ (ﷺ) نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ (یہ افواہ غلط ہے) تب میں نے (تعجب سے) کہا «اللہ اکبر» اللہ بہت بڑا ہے۔

تشریح:۔

یہ حدیث پاک صحابہ کرام کے ذوقِ علم کو بیان کر رہی ہے کہ صحابہ کرام کے دلوں میں سرکار ﷺ کی احادیث اور علم دین حاصل کرنے کا کیسا ذوق تھا، کہ اگر انہیں موقع ملتا تو خود سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر علم حاصل کرتے اور اگر موقع میسر نہ ہوتا تو اپنے دوسرے ساتھیوں سے سرکار ﷺ کے فرمودات معلوم کر کے انہیں اپنے سینوں میں محفوظ کرتے، صحابہ کرام کے اس طرز عمل کو ہمیں بھی اپنانا چاہیے اور جس طرح بھی موقع میسر ہو علم دین حاصل کرنا چاہیے۔

امام نماز میں طویل قراءت نہ کرے

۳۳۔ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا أَكَادُ أُدْرِكُ الصَّلَاةَ مِمَّا يُطَوِّلُ بِنَا فُلَانٌ، فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْ يَوْمِئِذٍ، فَقَالَ: "أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ مُنَفِّرُونَ، فَمَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ وَالضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ".(37)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص (حزم بن ابی کعب) نے (رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر) عرض کیا۔ یا رسول اللہ! فلاں شخص لمبی نماز پڑھاتے ہیں، اس لیے میں (جماعت کی) نماز میں شریک نہیں ہو سکتا، (کیونکہ میں دن بھر اونٹ چرانے کی وجہ سے رات کو تھک کر چکنا چور ہو جاتا ہوں اور طویل قرآت سننے کی طاقت نہیں رکھتا) (ابو مسعود راوی کہتے ہیں) کہ اس دن سے زیادہ میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو وعظ کے دوران اتنا غضب ناک نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! تم (ایسی شدت اختیار کرکے لوگوں کو دین سے) نفرت دلانے لگے ہو۔ (سن لو) جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ ہلکی پڑھائے، کیونکہ ان میں بیمار، کمزور اور حاجت والے (سب ہی قسم کے لوگ) ہوتے ہیں۔

تشریح:۔ بعض شارحینِ حدیث نے کہا کہ اس حدیث میں جن کا تذکرہ ہے وہ

(37) صحیح البخاری :کتاب العلم : باب الغضب فی ا لموعظة و التعلیم اذا رأى ما یکره

کمزور اور ضعیف تھے، اور جب امام قیام لمبا کرتا تو وہ کمزوری کے باعث رکوع و سجود امام کے ساتھ نہ کر پاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس لیے غصہ کا اظہار فرمایا کہ سرکار اتنی طویل قراءت پسند نہ فرماتے تھے جس سے معذور اور کمزور مقتدیوں کو تکلیف و گرانی محسوس ہو، اس حدیث پاک سے ائمہ و خطبا سب کو سبق لینا چاہیے۔

علمِ غیبِ رسول ﷺ کا واضح ثبوت

۳۴۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ، فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُذَافَةَ، فَقَالَ: مَنْ أَبِي ؟ فَقَالَ: أَبُوكَ حُذَافَةُ، ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي، فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، فَقَالَ: رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا"، فَسَكَتَ.(38)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے تو عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہو کر پوچھنے لگے: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حذافہ، پھر آپ ﷺ نے بار بار فرمایا کہ مجھ سے پوچھو، تو عمر رضی اللہ عنہ نے دو زانو ہو کر عرض کیا کہ ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے، اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں، پھر (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔

(38)صحیح البخاری :کتاب العلم : باب من برک علیٰ رکبتیہ عند الامام والمحدث

تشریح:۔ ایک دوسری حدیث پاک میں سرکار ﷺ نے "سلونی" کے بجائے "سلونی عما شئتم" فرمایا یعنی تم جو چاہو مجھ سے پوچھ لو یہ جملہ ہر کوئی نہیں بول سکتا ہے یہ وہی کہہ سکتا ہے جسے خدا نے ہر چیز کا علم عطا فرمادیا ہو، جب سرکار نے یہ اعلانِ عام فرمایا تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا: یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے ؟ کوئی بھی انسان اس سوال کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتا ہے ۔ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ سوال نہایت مخفی امر کے بارے میں کیا جارہا ہے، اس سے ثبوت نسب پر کوئی بینہ قائم نہیں کیا جاسکتا، اتنی باریک اور پوشیدہ بات، لیکن سرکار ﷺ نے ان کے سوال کا جواب ارشاد فرمایا اور بتا دیا کہ تمھارے باپ کا نام " حذافہ " ہے گویا اس جواب سے میرے پیغمبر ﷺ نے یہ اعلان فرما دیا کہ جن امور پر عام مخلوق مطلع نہیں ہو سکتی خدا نے اس کا علم بھی مجھے عطا فرمادیا ہے، پھر جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کیفیت میں دیکھا اور سرکار کا کھلا اعلان سن لیا تو ایک دوسرے صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے باپ کا کیا نام ہے ؟ سرکار صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا تمھارا باپ " سالم " ہے، پھر حضرت فاروق اعظم نے سرکار ﷺ کے چہرہ پاک پر کچھ ناراضگی کے آثار دیکھے ، کیوں کہ وہ مزاج شناسِ مصطفیٰ تھے، وہ بھانپ لیتے تھے کہ اب ہمارے آقا علیہ السلام کس مزاج میں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً کھڑے ہوئے اور عرض کیا" یارسول اللہ ہم اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں"

اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ انہوں نے خدا کی بارگاہ میں توبہ کرنا شروع کردیا

حالانکہ ناراض توسرکار دوعالم ﷺ ہوئے تھے، وہ اس لیے کہ صحابہ کرام کا عقیدہ یہ تھا کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کا ناراض ہونا اللہ تعالیٰ کا ناراض ہونا ہے، اور مصطفیٰ ﷺ کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، اور آج بھی ایک انسان کے ایمان کی پہچان یہ ہے کہ اسی عقیدے پر قائم رہے جو صحابہ کا تھا اور انہیں کے نقش قدم پر چلنے میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

دوہرا اجر پانے والے تین اشخاص

۳۵۔ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ، رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ"۔ (39)

حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے واسطے سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کے لیے دوگنا اجر ہے۔ ایک وہ جو اہل کتاب سے ہو، اپنے نبی پر اور محمد ﷺ پر ایمان لائے، اور (دوسرے) وہ غلام جو اپنے آقا اور اللہ (دونوں) کا حق ادا کرے، اور (تیسرے) وہ جس کے پاس کوئی لونڈی ہو اور اسے تربیت دے تو اچھی تربیت دے، تعلیم دے تو عمدہ تعلیم دے، پھر اسے آزاد کر کے اس

(39) صحیح البخاری :کتاب العلم: باب تعلیم الرجل امتہ واھلہ

سے نکاح کرلے،تواس کے لیے دوگنا اجر ہے۔

تشریح :۔ اس حدیثِ پاک کا مفہوم یہ ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جنہیں دوہرا اجر ملے گا،پہلا وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو،یعنی اپنے نبی کی کتاب پر ایمان رکھتا ہو اور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد آپ پر ایمان لائے تو اسے دوہرا اجر ملے گا ،جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ہرقل کو لکھا تھا کہ اسلام قبول کر تجھے دوہرا اجر ملے گا۔ اور ہر وہ غلام جو اپنے مالک کی خدمت کرتا ہو مگر اس خدمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فرامین کی بجاآوری میں کوئی کوتاہی نہ کرتا ہو،تو اسے بھی دوگنا ثواب ملے گا۔ تیسرا وہ شخص جس کی ملکیت میں کوئی باندی ہو اور وہ اسے ادب سکھائے،پھر اسے آزاد کرکے اس سے شادی کرلے تو اس کے لیے بھی دوہرے اجر کی بشارت ہے۔اس لیے کہ اس نے نکاح کرکے اسے برباد ہونے سے بچایا اور عزت بخشی، آج کے دور میں جو شخص کسی کو بھی تعلیم دے گا یا کسی کی بھی تربیت کرے گا تو ثواب کا مستحق ہو گا، تعلیم سے مراد علم دین سکھانا ہے اور تربیت سے مراد دوسری باتوں کا سلیقہ اور ہنرمندی سکھانا ہے۔

دوہرے ثواب کا استحقاق انہیں تین قسم کے لوگوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کوئی بھی شخص ایسا کام کرے جو دوہرے ثواب کا موجب ہو تو دوہرا ثواب پائے گا۔ مثلاً بیٹا ماں باپ کی بھی کما حقہ خدمت کرے اور حقوق اللہ بھی ادا کرتا رہے۔ یوں ہی وہ حاکم جو رعایا کی بھی پوری سچائی کے ساتھ دیکھ بھال کرے اور اللہ عزوجل کے بھی تمام حقوق ادا کرتا رہے،تو یہ لوگ بھی دوہرے ثواب کے مستحق ہیں۔

سرکار ﷺ کا عید کے دن عورتوں سے خطاب

۳۶۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما، قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَ عَطَاءٌ أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ، وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِي طَرَفِ ثَوْبِهِ"، قَالَ أَبُو عَبْد اللَّهِ: وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ : عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ عَطَاءٍ ، وَقَالَ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[40]

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ پر گواہی دیتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ (ایک مرتبہ عید کے موقع پر مردوں کی صفوں میں سے) نکلے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کو خیال ہوا کہ عورتوں کو (خطبہ اچھی طرح) نہیں سنائی دیا۔ تو آپ ﷺ نے انہیں علاحدہ نصیحت فرمائی اور صدقے کا حکم دیا (یہ وعظ سن کر) کوئی عورت بالی (اور کوئی عورت) انگوٹھی ڈالنے لگی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے کے دامن میں (یہ چیزیں) لینے لگے۔

تشریح: اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ علمائے کرام کو وعظ و نصیحت میں عورتوں کا

(40) صحیح البخاری :کتاب العلم : باب عظة الامام النساء وتعلیمهن

بھی خیال رکھنا چاہیے،اور شرعی احتیاط کے ساتھ انہیں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہیے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال سے صدقہ دے سکتی ہے۔ دور حاضر کی عورتیں خود کو تمام نیکی کے کاموں سے بری الذمہ سمجھتی ہیں اور یہ خیال کرتی ہیں کہ شوہر کا چندہ دینا یا کسی نیک کام میں کچھ خرچ کرنا اس کے لیے بھی کافی ہے، جب کہ ایسا نہیں ہے اگر شوہر خرچ کرے گا تو یہ اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اس کا ثواب عورت کو نہیں ملے گا، اگر عورت چاہتی ہے کہ وہ بھی ثواب پائے تو اسے بھی چاہیے کہ وہ بھی خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرے، جیسا کہ صحابیات کی سیرت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کس طرح خدا کی راہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔

سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کسے ملے گی؟

٣٧۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّهُ قَالَ: قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ".[41]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یا

(41)صحیح البخاری :کتاب العلم ، باب الحر ص علی الحدیث

رسول اللہ! قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کسے ملے گی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں نے حدیث کے متعلق تمھاری حرص دیکھ لی تھی۔ سنو! قیامت میں سب سے زیادہ فیض یاب میری شفاعت سے وہ شخص ہوگا، جو سچے دل سے یا سچے جی سے «لا إله إلا الله» کہے گا۔

تشریح:۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے یہ سوال اس لیے پوچھا کہ حضور ﷺ کی شفاعت کے مختلف مدارج ہیں۔ پہلا درجہ میدانِ محشر کی ہولناکی میں تخفیف۔ یہ سب کے لیے ہوگی۔ دوسرا بعض کفار کے عذاب میں تخفیف، تیسرا بلا حساب وکتاب کچھ لوگوں کو جنت میں داخل کرنا۔ چوتھا کچھ لوگ مستحق نار ہوں گے انہیں جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کرنا، پانچواں جو جہنم میں جا چکے ہوں گے انہیں سزا کی میعاد سے پہلے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرنا، چھٹا کچھ جنتیوں کے درجات بلند کرنا۔ ان میں دو پہلی والی شفاعت سے مومن اور کافر سبھی بہرہ ور ہوں گے اور بقیہ چار خاص مؤمنین کا حصہ ہے، ان چاروں میں کفار کا کوئی حصہ نہیں تو ظاہر ہو گیا کہ مومنین کو کفار کی بہ نسبت زیادہ حصہ ملا۔ اس لیے فرمایا سب سے زیادہ میری شفاعت سے سعادت اندوز سچے دل سے ایمان قبول کرنے والا ہے۔

علم علما کے ساتھ اٹھالیا جائے گا

۳۸۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

صَـلَّى اللَّهُ عَلَيْـهِ وَسَـلَّمَ، يَقُـولُ: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْـبِضُ الْعِـلْمَ انْتِزَاعًـا يَنْتَزِعُـهُ مِـنَ الْعِبَـادِ، وَلَكِـنْ يَقْـبِضُ الْعِـلْمَ بِقَـبْضِ الْعُلَمَـاءِ، حَـتَّى إِذَا لَـمْ يُبْـقِ عَالِمًـا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا"۔[42]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ علم کواس طرح نہیں اٹھالے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ علما کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوالات کیے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ اس لیے خود بھی گمراہ ہوں گے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

تشریح:۔

یہ حدیث پاک حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمائی گئی اس کا ابتدائی حصہ یہ ہے "علم کو حاصل کرو قبل اس کے کہ اٹھالیا جائے" اس پر ایک اعرابی نے عرض کیا: کیسے اٹھا لیا جائے گا؟ فرمایا علم کا اٹھنا حاملینِ علم کی وفات ہے۔ یہ تین بار ارشاد فرمایا، اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔(۱) ایسا زمانہ آسکتا ہے کہ کوئی مجتہد نہ رہے۔(۲) جاہل کو مذہبی پیشوا یا مفتی بنانا حرام ہے۔(۳) افتا دینی ریاست، عالم و مفتی دینی رئیس ہیں۔

---

(42)صحيح البخاری :کتاب العلم : باب كيف يقبض العلم

جھوٹی حدیث بیان کرنے والے کاٹھکانہ جہنم ہے

٣٩۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "تَسَمَّوْا بِاسْمِي، وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي، وَمَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِي صُورَتِي، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ". (43)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ (اپنی اولاد) کا میرے نام پر نام رکھو۔ مگر میری کنیت اختیار نہ کرو اور جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا تو بلا شبہ اس نے مجھے دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا، اور جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ تلاش کرے۔

تشریح:۔

حضور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ تک یہ حکم تھا کہ نام نامی اور کنیتِ مبارکہ ابوالقاسم کسی کی رکھنی جائز نہیں، اس کا سبب یہ تھا کہ یہود ابوالقاسم کنیت رکھتے، حضور ﷺ کو دیکھتے تو پکارتے اے ابوالقاسم! جب آپ ان کی طرف متوجہ ہوتے تو کہتے ہم نے آپ کو نہیں بلایا، یہ ان کی گستاخی تھی، اس پر فرمایا: میرے نام پر نام رکھو کنیت نہ رکھو، اس قسم کا جو بھی حکم تھا وہ صرف حیات مبارکہ ہی تک تھا، بعدِ وصال نام اور کنیت دونوں کو جمع کرنا خود

(43) صحیح البخاری :کتاب العلم : باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور ﷺ کی اجازت سے ثابت ہے، جیساکہ حضرت علی نے محمد بن حنفیہ کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم رکھی ۔ یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کر رہی ہے کہ جو خوش قسمت خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا اس نے حضور ہی کی زیارت کی، شیطان آپ کی صورت میں نہیں آسکتا، یونہی کسی بھی نبی کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی ﷺ کی جانب کسی قول وفعل کو غلط منسوب کرنا جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

رات میں آنکھ کھلے تو ذکر الہی کرنا چاہیے

۴۰۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ، قَالَتْ: اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَقَالَ: "سُبْحَانَ اللَّهِ، مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ، وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ، أَيْقِظُوا صَوَاحِبَاتِ الْحُجَرِ، فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ".(44)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ کی آنکھ کھلی تو فرمایا سبحان اللہ! آج کی رات کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں اور کتنے ہی خزانے بھی کھولے گئے ہیں۔ ان حجرہ والیوں کو جگاؤ۔ کیونکہ بہت سی عورتیں (جو) دنیا میں کپڑا پہننے والی ہیں وہ آخرت میں ننگی ہوں گی۔

تشریح:۔ اس حدیثِ پاک میں فتنوں سے مراد عذاب ہیں اور خزائن سے ہر خیر، خواہ دینی

---

(44)صحیح البخاری :کتاب العلم : باب العلم والعظة بالليل

ہو یا دنیوی، علمی ہو یا مالی، جن میں تمام فتوحاتِ اسلامیہ داخل ہیں جو آئندہ ہونے والی تھیں ان سب کو حضور ﷺ نے خواب میں ملاحظہ فرمایا۔ اور چوں کہ نبی کا خواب وحی الٰہی ہو تا ہے، اس لیے اس میں دلیل ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم عطا فرمایا۔

حجرے والیوں سے مراد ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں۔ خطاب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ رات میں اہل خانہ کو جگا کر وعظ و نصیحت کرنا مستحب ہے۔ حیرت انگیز بات پر سبحان اللہ یا اللہ کا کوئی بھی ذکر کرنا مستحب ہے۔ رات کو آنکھ کھلے تو ذکر الٰہی کرنا چاہیے، اور دینی پیشوا کو آنے والے خطرات کا علم ہو تو متعلقین کو ان خطرات سے آگاہ کر دینا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ سے کثرتِ روایت کی وجہ

۴۱۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: إِنَّ النَّاسَ يَقُولُونَ أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ، وَلَوْلَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيثًا، ثُمَّ يَتْلُو إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ إِلَى قَوْلِهِ الرَّحِيمُ [45]، إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمْ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ، وَإِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِي أَمْوَالِهِمْ، "وَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِهِ، وَيَحْضُرُ مَا لَا

(45) القرآن الكريم سورة البقرة آية 159 - 160

يَحْضُرُونَ، وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُونَ".[46]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں کا کہنا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں اور (میں کہتا ہوں) کہ اگر قرآن میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔ پھر یہ آیت پڑھی، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی دلیلوں اور آیتوں کو چھپاتے ہیں (آخر آیت) «رحیم» تک۔ (واقعہ یہ ہے کہ) ہمارے مہاجرین بھائی تو بازار کی خرید و فروخت میں لگے رہتے تھے اور انصار بھائی اپنی جائیدادوں میں مشغول رہتے اور ابوہریرہ، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جی بھر کر رہتا (تاکہ آپ کی رفاقت میں شکم پروری سے بھی بےفکری رہے) اور (ان مجلسوں میں) حاضر رہتا، جن (مجلسوں) میں دوسرے حاضر نہ ہوتے اور وہ (باتیں) محفوظ رکھتا جو دوسرے محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔

تشریح:۔

کثرت سے حدیث بیان کرنے والوں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام نامی سرفہرست ہے۔ ان سے پانچ ہزار تین سو احادیث مروی ہیں، ان کی روایت کی کثرت پر لوگوں نے طعن کیا۔ مہاجرین و انصار نے بھی اتنی حدیثیں نہیں بیان کیں۔ حضرت ابو ہریرہ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ صحابہ کرام اپنے اپنے کاموں میں رہتے، فرصت کے وقت حاضرِ خدمت ہوتے، اس لیے ان کو نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو سننے اور کوائف

(46)صحیح البخاری :کتاب العلم: باب حفظ العلم

کے دیکھنے کا کم موقع ملتا، اور میں ہر وقت خدمت میں حاضر رہتا، نہ اچھا کھاتا نہ اچھا پہنتا، جو مل جاتا کھالیتا، ورنہ صبر کرتا۔ اس لیے مجھے حدیثیں یاد کرنے کا سب سے زیادہ موقع ملا۔ علاوہ ازیں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے میرا حافظہ بھی بہت قوی کر دیا تھا کہ جو سنتا یاد رکھتا ،کبھی نہ بھولتا۔ نیز قرآن پاک میں کتمانِ علم کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے استدلال نے بتادیا کہ جیسے قرآن مجید کا چھپانا حرام وگناہ ہے، اسی طرح احادیث کا بھی چھپانا حرام وگناہ ہے، اور جیسے قرآن واجب الاعتقاد والعمل ہے اسی طرح احادیث بھی۔ یہ منکرین احادیث کا رد ہے۔

حضرت ابوہریرہ نے سرکار صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے دو قسم کے علم حاصل کیے

۴۲- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: "حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءَيْنِ، فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبُلْعُومُ".[47]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے دو طرح کے علوم اخذ کیے ہیں، ایک کو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرا اگر میں پھیلاؤں تو میرا یہ نرخرا کاٹ دیا جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ «بلعوم» سے مراد وہ نرخرا ہے جس سے کھانا اترتا ہے۔

تشریح:۔

(47)صحیح البخاری :کتاب العلم : باب حفظ العلم

وعا کے معنی برتن کے آتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دو قسم کے علوم مراد لیے ہیں اور ان کا مطلب ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے دو قسم کے علوم اخذ کیے، پہلی قسم عقائد و احکام ہیں، اور دوسری قسم سے مراد فتن کی احادیث ہیں، جن میں ظالم سلاطین کے نام اور ان کے سیاہ کرتوت مذکور تھے، پہلے علم کو تو آپ نے ظاہر کر دیا، مگر دوسرے کو ظاہر کرنے میں بڑے فتنے کا اندیشہ تھا، اسی لیے فرمایا کہ اگر میں دوسرے علم کو ظاہر کر دوں تو میری گردن اڑادی جائے گی۔

میرے بعد کافر مت ہو جانا

۴۳۔ عَنْ جَرِيرٍ ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: اسْتَنْصِتِ النَّاسَ، فَقَالَ: "لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ". (48)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ لوگوں کو بالکل خاموش کر دو (تاکہ وہ خوب سن لیں) پھر فرمایا، لوگو! میرے بعد پھر کافر مت بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

تشریح:۔ یعنی میرے بعد تم پلٹ کر کافر نہ ہو جانا، اس سے حقیقی کفر کا معنی بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اسلام کو چھوڑ کر کفر مت اختیار کر لینا، بلکہ اسلام پر ثابت قدم رہنا اور مسلمانوں کے جان و مال کو مباح مت جاننا کہ ان سے جنگ کرو اور ان کے مال واسباب پر

(48) صحیح البخاری :کتاب العلم : باب الانصات للعلماء

دست درازی کرو، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ کافروں جیسے مت ہو جانا کہ مسلمانوں کو قتل کرو اور ان کا مال چھینو۔

اس حدیثِ پاک میں غیب کی خبر بھی دی جارہی ہے اور ان عظیم فتنوں کی خبر دی جارہی ہے جو افتراق بین المسلمین کی صورت میں ظاہر ہوئے اور خود مسلمانوں کو مسلمانوں نے کافروں کی طرح قتل کیا، ان کے مال کو مباح جانا، بنی امیہ اور بنی عباس کی خوں ریز جنگوں سے لے کر تیمور لنگ نادر شاہ درانی کے حوادث اس کی صداقت کی دلیل ہیں۔

اللہ کی راہ میں جہاد کا کیا مطلب ہے؟

۴۴۔عَنْ أَبِي مُوسَى،قَالَ:جَاءَرَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا الْقِتَالُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ؟ فَإِنَّ أَحَدَنَا يُقَاتِلُ غَضَبًا وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، فَرَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ، قَالَ: وَمَا رَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ قَائِمًا، فَقَالَ: "مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ".(49)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی راہ میں جہاد کا کیا مطلب ہے؟ کیونکہ ہم میں سے کوئی غصہ کی وجہ سے اور کوئی غیرت کی وجہ سے جنگ

(49)صحيح البخاری :كتاب العلم، باب من سأل وهو قائم عالماً جالساً

کرتا ہے، توسرکار ﷺ نے اس کی طرف سر اٹھایا، اور سر اسی لیے اٹھایا کہ پوچھنے والا کھڑا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا جو اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے لڑے، وہ اللہ کی راہ میں (لڑتا) ہے۔

تشریح: دراصل ایک اعرابی نے سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ سوال کیا کہ کوئی غصے کی وجہ سے، کوئی حمیت کی وجہ سے، کوئی مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے، کوئی نام ونمود کے لیے اور کوئی اپنی بہادری اور شجاعت کا لوہا منوانے کے لیے جنگ کرتا ہے، آخر کار جہاد کس کو کہا جائے گا، سرکار ﷺ نے جو جواب ارشاد فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ دین کی سربلندی کی نیت کے سوا کسی بھی غرضِ فاسد سے لڑنے والا جہاد فی سبیل اللہ کر نے والا نہیں ہے، جہاد فی سبیل اللہ صرف یہ ہے کہ دین کی سربلندی کے لیے جنگ کرے۔

اس حدیث سے درج ذیل امور کا افادہ ہوا:

(۱) یہ جائز ہے کہ مفتی بیٹھا رہے اور سائل کھڑا رہے (۲) مفتی اور شیخ کو چاہیے کہ سائل اور تلمیذ کی طرف متوجہ ہوکر جواب دے (۳) کوئی کتنی ہی بڑی عبادت کیوں نہ ہو، نیتِ فاسد سے فاسد ہو جاتی ہے (۴) مفتی اور شیخ کو چاہیے کہ ایسا جواب دے جو سائل کی سمجھ میں بھی آجائے اور وہ اسے یاد رکھے۔

سرکار ﷺ سے یہودیوں کا روح کے بارے سوال

۴۵۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ: "بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَرِبِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَسِيبٍ مَعَهُ، فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِنْ الْيَهُودِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا تَسْأَلُوهُ، لَا يَجِيءُ فِيهِ بِشَيْءٍ تَكْرَهُونَهُ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَنَسْأَلَنَّهُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَقَالَ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، مَا الرُّوحُ ؟ فَسَكَتَ، فَقُلْتُ: إِنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ، فَقُمْتُ، فَلَمَّا انْجَلَى عَنْهُ، قَالَ: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلا قَلِيلا.(50)، قَالَ الْأَعْمَشُ: هَكَذَا فِي قِرَاءَتِنَا.(51)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کے کھنڈرات میں چل رہا تھا اور آپ کھجور کی چھڑی کے سہارے چل رہے تھے، تو کچھ یہودیوں کا (ادھر سے) گزر ہوا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ آپ سے روح کے بارے میں کچھ پوچھو، ان میں سے کسی نے کہا مت پوچھو، ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی ایسی بات کہہ دیں جو تمہیں ناگوار ہو، (مگر) ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم ضرور پوچھیں گے، پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا، اے ابوالقاسم! روح کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی، میں نے (دل میں) کہا کہ آپ پر وحی آرہی ہے۔ اس لیے میں کھڑا ہو گیا۔ جب سرکار ﷺ سے (وہ کیفیت) ختم ہوئی تو آپ (ﷺ) نے (قرآن کی یہ آیت جو اس وقت نازل ہوئی تھی) تلاوت فرمائی،

---

(50) القرآن الکریم سورۃ الإسراء آیۃ ۸۵

(51) صحیح البخاری :کتاب العلم، باب قول اللہ تعالیٰ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا

(اے نبی!) تم سے یہ لوگ روح کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ کہ دو کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ اور تمہیں علم کا بہت تھوڑا حصہ دیا گیا ہے۔ (اس لیے تم روح کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے) اعمش کہتے ہیں کہ ہماری قرآت میں «وما اوتوا» ہے۔ («وما اوتیتم») نہیں۔

تشریح:۔

روح کا اطلاق کئی معنوں پر ہے، جبرئیل امین۔ عیسیٰ علیہ السلام۔ ملائکہ کی ایک مخصوص قسم جو قیامت کے دن ملائکہ کی طرح صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ ایک مخصوص مخلوق۔ قرآن مجید۔ روح حیوانی۔ یہودیوں کا سوال ان میں کس روح کے بارے میں تھا وہ آج تک معلوم نہ ہو سکا۔ خاص روح کے بارے میں سوال سے ان خبیثوں کا مقصود یہ تھا کہ تورات میں نبی آخر الزماں کی علامت یہ تھی کہ ان سے روح کے بارے میں سوال ہوگا تو نہ بتائیں گے، چنانچہ مکہ کے مشرکین کو انہیں یہودیوں نے سکھایا تھا کہ تین سوال کرو۔ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کون تھے، روح کیا ہے؟ اگر کسی کا جواب نہ دیں تو بھی نبی نہیں اور اگر تینوں کا جواب دیں تو بھی نبی نہیں، اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں تو قرآن نازل ہوا اور روح کے بارے میں فرما دیا یہ امر رب سے ہے۔ چنانچہ روح کے بارے میں مذکورہ آیت تلاوت کی تو یہودی نے کہا ہم نے کہا تھا کہ مت پوچھو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ سلم نے جب روح کی حقیقت نہ بتائی تو یہود کو خوش ہونا چاہیے تھا کہ بتا نہ پائے، پوچھنے کا ملال اس لیے ہو رہا تھا کہ انہیں معلوم تھا کہ نبی آخر الزماں روح کی حقیقت بیان نہیں فرمائیں گے، اور اب نہ بتانے کی وجہ سے ان کی حقانیت واضح ہو گئی۔

افسوس کہ آج اس حدیث پاک سے استدلال کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ سلم کو روح کا علم نہیں تھا۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد سے کہ روح امر رب سے ہے کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضور کو اس کی حقیقت کا علم نہیں تھا۔ بلکہ روح کے بارے میں نہ بتانا ہی آپ کی صداقت و حقانیت کی دلیل ہے۔ اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سائل اگر معاند ہے تو اسے ایسا جواب دینا چاہیے جو مسکت ہو محقق جواب اگر نہ بھی دیں تو کوئی حرج نہیں۔

میری امت قیامت کے دن چمکتے اعضا کے ساتھ بلائی جائے گی

۴۶۔ عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ، قَالَ: رَقِيتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ"[52].

نعیم المجمر سے سے روایت ہے کہ میں (ایک مرتبہ) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا۔ تو آپ نے وضو کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ میری امت قیامت کے دن چمکتے ہوئے اعضائے وضو کے ساتھ بلائی جائے گی۔ تو تم میں سے جو کوئی اپنی چمک بڑھانا چاہتا ہے تو وہ بڑھا لے (یعنی وضو اچھی طرح کرے)۔

---

(52) صحیح البخاری :کتاب الوضو، باب فضل الوضو والغر المحجلون من آثار الوضو

تشریح:۔

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ میرے امت کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں وضو کی برکت سے سفید اور چمکتے ہوئے ہوں گے ،اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن وضو کا یہ اثر اس امت کے ساتھ خاص ہے،اس برکت سے اگلی امتیں محروم ہیں۔

اس حدیث پاک میں '' ان یطیل غرتہ '' کالفظ آیاہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک اعضا کے دھونے کا حکم ہے اس سے زیادہ دھوئے مثلا کہنیوں تک ہاتھ دھونے کا حکم ہے تو کندھوں تک دھوئے، ٹخنوں تک پاؤں دھونے کا حکم ہے تو پنڈلی بھی دھولے، نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہو کہ ہر نماز کے لیے وضو کرے جس کے نتیجے میں قیامت کے دن اس کی نورانیت کی شعائیں دور تک پہونچیں گی۔

حصول نعمت پر خوشی منانے کا ثبوت

۴۷۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، "أَنَّ رَجُلًا مِنْ الْيَهُودِ، قَالَ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقْرَءُونَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا، قَالَ: أَيُّ آيَةٍ ؟ قَالَ: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلامَ دِينًا[53]قَالَ عُمَرُ: قَدْ عَرَفْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ

(53).القرآن الكريم سورة المائدة آية 3،

عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ". ا(54)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے امیرالمؤمنین! آپ کی کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہے ،جسے آپ پڑھتے ہیں۔ اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس (کے نزول کے) دن کو یوم عید بنا لیتے۔ آپ نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے جواب دیا (سورۃ المائدہ کی یہ آیت کہ) آج میں نے تمھارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی، اور تمھارے لیے دین اسلام پسند کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس دن اور اس مقام کو (خوب) جانتے ہیں، جب یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی (اس وقت) آپ ﷺ عرفات میں جمعہ کے دن کھڑے تھے۔

تشریح:۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جس دن اللہ عزوجل کی کوئی خاص نعمت ملے اس دن عید منانا جائز ہے وہ اس طرح کہ اگر یہ بات ناجائز و حرام ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کعب احبار کو یہ جواب دیتے کہ وہ تمھارا دین ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت ملے اس دن عید مناؤ، ہمارے مذہب میں یہ سب ناجائز و حرام ہیں۔ مگر حضر عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا، بلکہ کعب احبار کو مذکورہ بالا جواب دے کر

(54) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان ونقصانہ

مطمئن کر دیا کہ ہم اس دن پہلے ہی عید مناتے ہیں اور وہ بھی اس تفصیل سے کہ وہ جگہ بھی ہمارے لیے عید کی جگہ ہے، وہ تاریخ بھی عید کی تاریخ ہے، وہ دن بھی عید کا دن ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل کی سب سے بڑی نعمت حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں۔ تو جس دن یہ نعمت ملی۔ یعنی یوم ولادت کو عید منانا بلا شبہہ جائز و مستحسن ہوگا۔ اسی لیے جمہور امت کا معمول ہے۔ بارہ ربیع الاول کو بڑے دھوم دھام سے عید میلاد النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تقریب مناتے ہیں۔

وفد عبد القیس کو سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نصیحتیں

۴۸۔عَنْ أَبِي جَمْرَةَ ، قَالَ: كُنْتُ أَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ يُجْلِسُنِي عَلَى سَرِيرِهِ، فَقَالَ: أَقِمْ عِنْدِي حَتَّى أَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِي، فَأَقَمْتُ مَعَهُ شَهْرَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنِ الْقَوْمُ أَوْ مَنِ الْوَفْدُ ؟ قَالُوا: رَبِيعَةُ، قَالَ: مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ- فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ، وَسَأَلُوهُ عَنِ الْأَشْرِبَةِ ؟"فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ، أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحْدَهُ، قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ ؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ

الـزَّكَاةِ، وَصِـيَامُ رَمَضَـانَ، وَأَنْ تُعْطُـوا مِـنَ الْمَغْـنَمِ الْخُمُـسَ، وَنَهَـاهُمْ عَـنْ أَرْبَـعٍ: عَـنِ الْحَنْـتَمِ وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِـيرِ وَالْمُزَفَّـتِ، وَرُبَّمَـا قَـالَ: الْمُقَيَّرِ، وَقَالَ: احْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ". (55)

حضرت ابوجمرہ سے روایت ہے انہوں نے کہامیں ابن عباس کے ساتھ بیٹھتا تھا وہ مجھے اپنے تخت پر بٹھایا کرتے مجھ سے انہوں نے کہاکہ میرے پاس رہوتا کہ جب (میرا وظیفہ) آجائے تو تمھیں کچھ دوں میں ان کے پاس دو مہینے رہا پھر ابن عباس نے مجھے بتایا عبد القیس کا وفد جب خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو دریافت فرمایا کون لوگ ہیں یا فرمایا کون وفد ہے انہوں نے عرض کیا ربیعہ فرمایا قوم یا وفد کو مرحبا نہ رسوا ہوئے نہ شرمندہ، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ شہر حرام کے علاوہ اور کسی مہینے میں ہم حاضر نہیں ہو سکتے ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا گاؤں ہے۔ ہم کو واضح حکم دیں جو ہم اپنے پیچھے والوں کو بتادیں اور جس کی وجہ سے ہم جنت میں داخل ہو جائیں، انہوں نے پینے والی چیزوں کو بھی پوچھا، حضور نے ان کو چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع فرمایا صرف اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا، دریافت کیا، کیا جانتے ہو صرف اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں، فرمایا اس بات کی گواہی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز کی پابندی اور زکوٰۃ ادائیگی اور رمضان کا روزہ رکھنا اور تم لوگ غنیمت سے پانچواں حصہ دیا

(55) صحیح البخاری، کتاب العلم ، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفد عبد القیس

کرو اور انہیں چار چیزوں سے منع فرمایا، حنتم اور دُباَّ اور نقیر اور مزفت سے کبھی مقیر کہتے اور فرمایا: اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو بتا دینا۔

تشریح:

یہ وفد ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا۔ حاضری سے پہلے ہی یہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ یہ کل پینتالیس افراد تھے۔ ان کے امیر حضرت اشج تھے۔ ان کا نام منذر تھا۔ اس وفد کی حاضری کی اطلاع پہلے ہو چکی تھی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمھارے پاس عبد القیس کا وفد آرہا ہے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔ ان میں اشج عصری بھی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ اس وفد کے لوگ جب مدینہ حاضر ہوئے تو سواریوں سے اتر کر تیزی سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور دست اقدس و پائے مبارک کو بوسے دیے۔ اور اشج نے اتر کر اونٹ کو باندھا۔ سب سامان اکٹھا کیا غسل کیا۔ سب سے عمدہ کپڑا پہنا، مسجد آئے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر حاضر ہوئے، نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنے قریب داہنی طرف بٹھایا۔ اور فرمایا: تم میں دو عادتیں ایسی ہیں جو اللہ کو پسند ہیں۔ عقل اور وقار۔

اس قبیلے کے ایمان لانے کا قصہ یہ ہے کہ اس قبیلے کے ایک فرد منقذ بن جان مدینہ طیبہ تجارت کے لیے آتے جاتے تھے۔ ہجرت کے بعد ایک بار جب یہ مدینہ طیبہ میں تھے، حضور ﷺ منقذ کے قریب سے گزرے، منقذ بڑھ کر ملے، حضور ﷺ نے ان کے قبیلے اور ممتاز لوگوں کے احوال نام بنام دریافت فرمائے۔ منقذ مسلمان ہو گئے،

سورہ فاتحہ وغیرہ یاد کرکے اپنے وطن واپس چلے گئے۔ چھپ چھپا کر نماز پڑھتے تھے۔ حضور ﷺ نے ایک والانامہ بنی عبد القیس کے کچھ لوگوں کے پاس بھیجا، مگر منقذ نے کسی سے ظاہر نہیں کیا۔ ان کی زوجہ کو اس کی خبر لگ گئی۔ یہ اشج کی لڑکی تھیں۔ لڑکی نے باپ کو بتادیا، منقذ اور اشج کی ملاقات ہوئی تو اشج بھی مسلمان ہوگئے، پھر اشج اپنی قوم عصر اور محارب کے پاس جاکر والانامہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے نتیجے میں سب کے دلوں میں اسلام گھر کر گیا اور یہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ وفد کے لوگوں کو نبی کریم ﷺ کا علم غیب دیکھ کر آپ کی نبوت کی صداقت پر یقین ہوگیا اور وہ ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے۔ یہ حدیثِ پاک رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے علم غیب پر بھی دلیل ہے۔

سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی برکتیں

۴۹۔عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ، قَالَ: فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا، وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ، أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى

اللَّهِ فَـآوَاهُ اللَّهُ، وَأَمَّـا الْآخَـرُ فَاسْـتَحْيَا فَاسْـتَحْيَا اللَّهُ مِنْـهُ، وَأَمَّـا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ".(56)

ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ بھی حضور کے ساتھ تھے ،اسی درمیان تین شخص سامنے سے گزرے دو شخص تو خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک چلا گیا۔ یہ دونوں آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوئے ،ان میں سے ایک نے حلقہ میں گنجائش دیکھی وہاں بیٹھ گیا،اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا،اور تیسرا چلا گیا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا میں تینوں کے بارے میں نہ بتاؤں ؟ایک نے اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ لی تو اللہ تعالیٰ نے اسے پناہ دی۔ دوسرے نے حیا کی تو اللہ نے بھی اس سے حیا فرمائی،اور ایک نے منہ پھیرا تو اللہ نے بھی اس سے نظر رحمت پھیر لی۔

تشریح

یہ تینوں اشخاص کہیں جا رہے تھے ، راستے میں مسجد پڑی، دیکھا کہ مسجد میں رسول کریم ﷺ موجود ہیں ، ایک بلا توقف حاضر ہوئے ، ایک کچھ دور آگے بڑھ کر پھر حاضر ہوئے ، دو مجلس میں حاضر ہوئے ، ایک نہیں آیا، دونوں نے حاضر ہو کر سلام کیا پھر بیٹھ گئے ،اس سے معلوم ہوا کہ مجلس میں اگر جگہ خالی ہو تو اسے پُر کر دینا اچھا ہے ،بشرطے کہ کسی

(56)صحیح البخاری کتاب العلم ، باب من قعد ینتھی، بالمجلس

کو ایذا نہ دینی پڑے، یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، حدیث پاک میں اسے اللہ کی پناہ سے تعبیر فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسولِ کریم ﷺ کا قرب قربِ الٰہی اور ان کے دامن میں پناہ لینی حفظِ الٰہی میں پناہ لینی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ علم دین کی مجلس میں موجود لوگ اللہ کی حفاظت اور اس کی رحمت میں ہوتے ہیں۔

اس حدیثِ پاک سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ حضور ﷺ سے اعراض اللہ تعالیٰ سے اعراض ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کہیں اگر مجلس خیر ہو رہی ہو اور کوئی عذر نہ ہو تو اس میں ضرور شریک ہونا چاہیے، نیز کسی دینی، مقتدا کے سامنے سے گزر ہو تو اس کی مجلس میں ضرور حاضر ہونا چاہیے۔

بیوی بچوں پر ثواب کی نیت سے خرچ کرنا صدقہ ہے

٥٠۔عَن أَبِي مَسْعُودٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ".(57)

ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے اور نیت ثواب کی ہو تو یہ اس کے لیے صدقہ (کارِ ثواب) ہے۔

(57) صحیح البخاری، کتاب الایمان ، باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ

اللہ کی رضا کے لیے بیوی کو لقمہ کھلانا صدقہ ہے

٥١۔عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فَمِ امْرَأَتِكَ".(58)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم جو بھی خرچ کرو اگر اس سے تمھاری نیت رضائے الٰہی ہے تو تم کو اس پر ثواب ملے گا، یہاں تک کہ اپنی زوجہ کے منھ میں جو لقمہ ڈالو اس کا بھی ثواب ملے گا۔

تشریح

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ کوئی مباح کام بہ نیت خیر کیا جائے تو اس پر بھی ثواب ملے گا ، اہل وعیال کی پرورش انسان کرتا ہی ہے ، لیکن اگر اہل وعیال کی پرورش رضائے الٰہی کے لیے ہو ان کے نان ونفقے کا انتظام رضائے الٰہی کی خاطر ہو تو یہ بھی کارِ ثواب ہو جاتا ہے ، یہ اللہ کا اپنے بندوں پر حد درجہ رحم وکرم ہے کہ ایک خالص معاشرتی کام کو حسن نیت کی وجہ سے عبادت قرار دیتا ہے۔ بندوں کو چاہیے جو بھی مباح کام انجام دے اس میں خیر کی نیت کرے اس کی ضرورت پوری ہونے کے ساتھ ساتھ یہ کام اس کے لیے عبادت بھی بن

(58)صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ

جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کے مطابق ثواب کا مستحق ہو گا۔

مسلمان کے جنازے میں شریک ہونا باعث اجر ہے

٥٢۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهَا وَيَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا، فَإِنَّه يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيرَاطَيْنِ كُلُّ قِيرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيرَاطٍ"، تَابَعَهُ عُثْمَانُ الْمُؤَذِّنُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ. (59)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے فرمایا: جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے جنازے کے پیچھے رہے، یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھ لی جائے، اسے دفن کر لیا جائے تو وہ دو قیراط کے برابر ثواب لے کر لوٹے گا اور ہر قیراط احد کے برابر ہو گا اور صرف نماز جنازہ پڑھ کر میت کے دفن سے پہلے ہی لوٹ آیا وہ صرف ایک قیراط لے کر لوٹا۔

تشریح:

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ افضل یہی ہے کہ جنازے میں پیچھے پیچھے چلیں،

(59)صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب اتباع الجنائز من ا لایمان

اس لیے اس میں اتباع کا لفظ وارد ہے جس کا معنی ہے پیچھے پیچھے چلنے کے، یہی احناف کا مذہب ہے، نیز یہ ثابت ہوا کہ صرف نماز جنازہ پڑھ کر دفن میں شرکت کے بغیر واپس نہ ہو جائے، اگر کسی ضرورت کے تحت واپس ہونا ہی چاہتا ہے تو ولی سے اجازت لے کر واپس ہو۔

جس نے صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھا اس پر جہنم حرام ہے

۵۳۔حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ: «يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ». قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ. قَالَ: « يَا مُعَاذ »! قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، ثَلاَثًا. قَالَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلاَّ حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ ». قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَلاَ أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا قَالَ «إِذًا يَتَّكِلُوا». وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا.(60)

انس بن مالک کہتے ہیں کہ "سیدنا معاذ (ایک مرتبہ) آپ ﷺ کے ہمراہ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا: اے معاذ (بن جبل)! اُنہوں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ ﷺ وسعدیک! آپ نے فرمایا کہ اے معاذ! اُنہوں نے پھر عرض کیا: لبیک یارسول اللہ ﷺ وسعدیک! تین مرتبہ (ایسا

---

(60)صحیح البخاری، کتاب العلم باب من خص با لعلم قو ما دون قوم

ہی ہوا)۔ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی اپنے سچّے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اللہ اس پر (دوزخ کی) آگ حرام کر دیتا ہے۔ معاذ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر کردوں؟ تاکہ وہ خوش ہوجائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت جب کہ تم خبر کر دوگے تو لوگ (اسی پر) بھروسہ کرلیں گے اور عمل سے باز رہیں گے۔ سیدنا معاذ نے یہ حدیث اپنی موت کے وقت اس خوف سے بیان کردی کہ کہیں (حدیث کے چھپانے پر ان سے) مؤاخذہ نہ ہوجائے۔"

تشریح:

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بندہ مومن کو عقائد کے ساتھ ااپنے اعمال کو بھی درست کرنا چاہیے، فرائض وواجبات پر دوام واستحکام ضروری ہے۔ نیز اس حدیث پاک سے ہمیں یہ درس بھی ملتا ہے کہ لوگوں کو صرف بشارتیں سنانے سے پرہیز کرنا چاہیے، اس لیے کہ لوگوں کو صرف بشارتیں سنانا ان کے اندر سے اللہ تعالیٰ کا خوف ختم کر دیتا ہے، افسوس آج ہمارے خطبا اسی راہ پر چل پڑے ہیں اور بدعملی ہمارے معاشرے میں پھیلتی جارہی ہے۔

شرعی سوالات وجوابات

سوال نمبر ا۔ نماز میں اگر ٹخنوں کے نیچے پینٹ یاپاجامہ ہے تو اس کو موڑا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ نماز میں کپڑا موڑنا منع ہے، پینٹ یاپاجامہ وغیرہ موڑ کر نماز پڑھی جائے تو نماز نہیں ہو گی اور نماز کا دہرانا ضروری ہو گا۔

حدیث پاک میں ہے:

''عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال امرت ان اسجد علی سبعۃ اعظم لا اکف شعرا و لا ثوبا''(61)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور حالت نماز میں بال یا کپڑا موڑنے سے منع کیا گیا ہے۔

ہدایہ اولین میں ہے:

''یکرہ للمصلی ان یعبث بثوبہ او بجسدہ ---------- ولا یکف ثوبہ'' (62)

---

(61) صحیح البخاری باب لا یکف شعرا، ج:١، ص:١١٣

(62) ھدایہ اولین باب ما یفسد الصلوٰۃ و ما یکرہ فیھا ص:١٢٠

ترجمہ: نمازی کے لیے حالت نماز میں کپڑا یا جسم کے ساتھ کھیلنا مکروہ ہے اور کپڑا موڑنا بھی مکروہ ہے۔

سوال نمبر ۲ ۔

حنفی مسلک کی لڑکی کو اگر پہلے ۵/ دن حیض آتا تھا تین سال بعد کم ہوتے ہوتے دو دن آنے لگا اور دو سال سے ساٹھ گھنٹہ کے اندر ہی بند ہو جاتا ہے وہ ہر ماہ ان دنوں کی نمازوں کی قضا پڑھتی ہے کیا اس کا ان دنوں کی قضا پڑھنا درست ہے؟

جواب۔

عورت کے حیض کی مدت کم سے کم تین دن تین رات اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس رات ہے ۔اگر تین دن سے کم ہو یا دس دن سے زیادہ ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے، اس میں نماز معاف نہیں ہے۔ حالتِ حیض میں ہی نماز معاف ہے۔ رمضان کا مہینہ ہے تو روزے کی قضا کرنی پڑے گی، ایام حیض کی نمازوں کی قضا اس پر لازم نہیں ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

'' اقل الحیض ثلاثة ایام و ثلاث لیال ----- و اکثره عشرة ایام و لیالیها کذا فی الخلاصة -- لو رأت الدم بعد اکثر الحیض و النفاس----- استحاضة و کذا ما نقص عن اقل الحیض ----- یسقط عن الحائض و النفساء الصلوٰة فلا تقضی۔ هکذا فی الکفایة -------- یحرم

علیہا الصوم فتقضیانہ ھکذا فی الکفایۃ ----- و دم الاستحاضۃ کالرعاف الدائم لا تمنع الصلوٰۃ و لا الصوم و لا الوطئ''(63)

ترجمہ:

حیض کی کم سے کم مدت تین دن تین راتیں ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس رات(اسی طرح خلاصہ میں بیان کیا گیا ہے)اگر کسی عورت کو حیض ونفاس کی اکثر مدت یعنی حیض میں دس دن اور نفاس میں چالیس دن کے بعد خون نظر آیا تو وہ استحاضہ ہے، یوں ہی جو حیض کی اقل مدت یعنی تین دن سے کم ہو وہ بھی استحاضہ ہے۔حیض ونفاس والی عورت سے نمازیں ساقط ہو جاتی ہیں، ان نمازوں کی قضا ان پر واجب نہیں، اور حیض ونفاس والی عورت پر روزہ رکھنا حرام ہے، روزوں کی قضا ان پر واجب ہے، اور استحاضہ کا خون دائمی نکسیر کی طرح ہے جو کہ نماز، روزہ اور وطی کے لیے رکاوٹ نہیں۔

سوال نمبر ۳۔

اگر کوئی شخص بے خیالی میں بے وضو نماز جمعہ میں کھڑا ہو گیا اور دوسری رکعت میں اسے یاد آیا تو کیا کرے؟

جواب۔

اگر کوئی شخص بے خیالی میں بے وضو نماز جمعہ میں شامل ہو گیا اور ایک رکعت کے

(63)فتاویٰ عالمگیری جلد اول باب الحیض و النفاس و الاستحاضہ ص: ۳۷ تا ۳۸

بعد یاد آیا تو اس پر فرض ہے کہ فوراً وہاں سے ہٹ جائے اور وضو کر کے نماز میں شامل ہو اور چھوٹی ہوئی نماز امام کے سلام پھیرنے کے بعد پوری کرے، اگر اس نے امام کو تشہد میں ہی پالیا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد دو رکعت نماز جمعہ ہی پڑھے گا۔

نور الایضاح میں ہے:

'' لا بد لصحۃ الصلاۃ من سبعۃ وعشرین شیئا، الطھارۃ من الحدث ''[64]

ترجمہ: نماز درست ہونے کے لیے ستائیس چیزیں ضروری ہیں ان ہی میں سے باوضو ہونا بھی ہے۔

سوال نمبر ۴

کس عمر کے بچوں کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب۔ اگر بچہ زندہ پیدا ہوا ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

'' و یصلی علی کل مسلم مات بعد الولادۃ صغیرا کان او کبیرا ذکرا کان او انثی حرا کا ن او عبدا -------- وان مات حال ولادتہ فان کان خرج اکثرہ صلی علیہ و ان کان اقلہ لم یصل علیہ ''[65]

---

(64)نور الایضاح، کتاب الطہارۃ ،ص:۵٦

(65)فتاویٰ عالم گیری،ج : ۱ ص: ۱٦۳

ترجمہ: ہر اس مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی جس کا انتقال پیدائش کے بعد ہوا ہو، خواہ مرنے والا چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام۔۔۔۔۔اور اگر پیدائش کے دوران ہی اس کا انتقال ہو گیا تو اگر اکثر حصہ نکلنے کے بعد انتقال ہوا ہے، نماز جنازہ پڑھی جائے گی، ورنہ نہیں۔

نور الایضاح میں ہے:

" و من استھل سمی و غسل و صلی علیہ و ان لم یستھل غسل فی المختار وادرج فی خرقۃ ودفن و لم یصل علیہ"(66)

ترجمہ: جس بچے کی پیدائش کے بعد آواز نکلی اس کا نام رکھا جائے گا، غسل دیا جائے گا، اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور اگر مردہ پیدا ہوا تو اسے غسل دے کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کر دیا جائے گا۔

سوال نمبر ۵

کسی میت کو دفن کرتے ہی قبر دھنس گئی تو کیا میت کو باہر نکال کر قبر صاف کر کے دوبارہ دفن کریں گے یا ایسے ہی رہنے دیں گے؟

جواب۔

اگر دفن کرتے ہی قبر دھنس گئی تو مٹی و لکڑی وغیرہ قبر سے نکال لی جائے اور تختے وغیرہ لگا کر دوبارہ قبر کو صحیح کر دیا جائے اور اگر قبر کی دیواریں اس طرح

---

(66)نورا لایضاح، باب احکام الجنائز ص : ۱۴۴

دھنس گئیں کہ اب تختے وغیرہ نہیں لگائے جاسکتے تو دوسری قبر کھود کر میت کو اس میں منتقل کر دیا جائے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

'' و لو سوی علیہ اللبن و لم یھل علیہ التراب نزع اللبن و روعی السنۃ کذا فی التبیین و ان وقع فی القبر متاع فعلم بذلک بعد ما اھالو ا علیہ التراب ینبش کذا فی فتاویٰ قاضیخان'' (67)

ترجمہ:

اگر کچی اینٹیں لگاکر لحد بند کر دیا گیا اور ابھی مٹی نہیں ڈالی گئی ہے تو اینٹیں ہٹاکر سنت کی رعایت کی جائے گی(یعنی میت کو سنت طریقے سے رکھا جائے گا)۔(68)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

'' و اذا خربت القبور فلا باس بتطیینھا کذا فی التتار خانیۃ ''

(69)

ترجمہ:اگر قبریں خراب ہوجائیں تو انہیں مٹی کے ذریعہ درست کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

سوال نمبر ٦۔ اگر دال میں چوہا گر کر مر جائے یا مرا ہوا گر جائے یا کوئی دوسری

---

(67)فتاویٰ عالم گیری الفصل السادس فی القبر و الدفن ص: ١٦٧

(68)جس طرح ہمارے یہاں عام قبروں میں تختوں کا استعمال ہوتا ہے اسی طرح لحد میں کچی اینٹوں کا استعمال ہوتا ہے لہٰذا دونوں کا ایک ہی حکم ہوگا۔

(69)فتاویٰ عالم گیری الفصل السادس فی القبر و الدفن

نجاست گر جائے یوں ہی اگر جمے گھی میں کوئی دل دار نجاست یا پگھلے ہوئے گھی میں کوئی نجاست گر کر مل جائے تو کیا کریں؟

جواب۔

اگر دال گھی کی طرح جمی ہوئی ہو تو چوہا یا اس دوسری نجاست کو نکال کر آس پاس کی دال نکال دی جائے، بقیہ دال استعمال کی جاسکتی ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس دال کو پاک نہیں کیا جاسکتا۔ یوں ہی اگر گھی جما ہوا ہو تو نجاست اور اس کے آس پاس کا گھی نکال دیا جائے، بقیہ گھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور اگر پگھلے ہوئے گھی میں گوبر یا کوئی دل دار نجاست گر کر مل جائے تو اس کو پاک نہیں کیا جاسکتا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

'' الفارة لو ماتت فی السمن ان کان جامدا قوّر ما حولہ و رمی بہ و الباقی طاھر یؤکل و ان کان مائعا لم یؤکل ''[70]

ترجمہ: اگر گھی میں چوہا گر کر مر جائے اور گھی جما ہوا ہو تو آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دیا جائے باقی پاک ہے، کھایا جاسکتا ہے، اور اگر گھی پتلا تھا (یعنی جما نہیں تھا) تو وہ نہ پاک کیا جا سکتا ہے نہ کھایا جاسکتا ہے۔ (یعنی دل دار نجاست پتلے گھی میں مخلوط ہو جانے کی صورت میں)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

(70)فتاویٰ عالم گیری الباب السابع فی النجاسۃ و احکامھا ج ۱ ص : ۴۳

کرسی تر کھانے جیسے شوربے کو ناپاک کردے گی اور جس میں ایسی تری نہ ہو جیسے چاول اگر پک جانے کے بعد گری تو اس کے آس پاس کے دانے جدا کردیے جائیں اور اگر جس وقت پانی تھا اس وقت گری تو سب ناپاک ہیں۔ (71)

سوال نمبر ۷۔

اگر کسی نے وتر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھے بغیر سلام پھیر دیا اور بعد میں یاد آیا تو کیا کرے؟

جواب۔

اگر کسی شخص نے دھوکے میں دعائے قنوت پڑھے بغیر سلام پھیر دیا تو اگر سلام پھیرتے ہی اس کو دعائے قنوت نہ پڑھنا یاد آجائے تو سجدہ سہو کرلے نماز ہوجائے گی ورنہ نماز لوٹائے۔

فتاوٰعالمگیری میں ہے:

'' و منها القنوت فاذا ترکه یجب علیه السهو''(72)

ترجمہ: واجبات نماز میں سے دعائے قنوت بھی ہے، لہذا اگر پڑھنا بھول جائے تو سجدہ سہو واجب ہوجائے گا۔

---

(71)فتاوی رضویہ ج: ۲ ص :۱۳۵

(72)فتاویٰ عالم گیری الباب الثانی عشر فی سجود السهو ج ۱ ص:۱۲۸

سوال نمبر۸:

قبر پر پھول کی چادر ڈال سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب۔

قبر پر پھول یا کوئی ہری شاخ ڈالنا حدیث شریف سے ثابت ہے، سرکار کا ایک قبرستان سے گزر ہوا آپ نے ایک ہری شاخ کے دو ٹکڑے کیے اور قبروں پر ڈال دیے اور فرمایا جب تک یہ ٹکڑے ہرے رہیں گے ان کے قبر سے عذاب میں کمی ہوگی یعنی یہ تر شاخیں اور پھول اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر پر پھول ڈالنا جائز ہے۔

بخاری شریف میں ہے:

"عن ابن عباس قال مر النبی صلی اللہ علیہ و سلم علی قبرین فقال انهما لیعذبان و ما یعذبان من کبیر ثم قال بلی اما احدهما فکان یسعی بالنمیمۃ و اما احدهما فکان لایستتر من بولہ قال ثم اخذ عودا رطبا فکسرہ باثنین ثم غرز کل واحد منهما علی قبر ثم قال لعلہ یخفف عنهما ما لم ییبسا"[73]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا دو قبروں کے پاس سے گزر ہوا، آپ نے ارشاد فرمایا" ان دونوں کو قبر کے اندر عذاب دیا جارہا ہے اور انہیں عذاب کسی بڑے گناہ میں نہیں دیا جارہا ہے پھر ارشاد فرمایا کہ

(73)صحیح البخاری: کتاب الجنائز باب ما جاء فی عذاب القبر ج ۱ ص : ۱۸۴

ان میں سے ایک چغل خوری کیا کرتا تھا، اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا پھر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر لکڑی لی اس کے دو ٹکڑے کیے اور ان دو قبروں پر ایک ایک ٹکڑا نصب فرمادیا اور ارشاد فرمایا جب تک یہ تر رہیں گی اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں کمی فرمائے گا۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

'' یکرہ ایضا قطع النبات الرطب و الحشیش من المقبرة دون الیابس کما فی البحر و الدرر و شرح المنیة و علله فی الامداد بانه ما دام رطبا یسبح الله تعالیٰ فیونس المیت و تنزل بذکرہ الرحمة''[74]

ترجمہ:

قبر سے ہری گھاس ہرے پودے اکھاڑ نا مکروہ ہے (ہاں) سوکھی گھاس اکھاڑنے میں حرج نہیں اور اس کی علت یہ بیان کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی رہتی ہے، جس سے مردہ کو انس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر سے قبر پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

سوال نمبر۹:

کیا عورتیں جمعہ کی نماز جماعت سے پڑھ سکتی ہیں؟

جواب۔ اس مسئلہ میں فقہا نے فرمایا کہ عورتوں کو جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھنا چاہیے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

'' و الشرط فیھم ان یکونوا صالحین للامامة اما اذا کانوا لا

---

(74) ردالمحتار: کتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ج:۱ ص، ۱۵۵

یصلحون لها کالنساء و الصبیان لا تصح الجمعۃ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ ''(75)

ترجمہ: شرط یہ ہے کہ امامت کے لائق ہوں، اگر وہ امامت کے لائق نہیں ہیں، جیسے عورتیں اور بچے تو جمعہ صحیح نہیں ہے۔(ایسا ہی جوہرہ نیرہ میں ہے)

فتاویٰ شامی میں ہے:

'' ان الظھر لھم رخصۃ فدل علی ان الجمعۃ عزیمۃ و ھی افضل الا للمرأۃ لان صلاتھا فی بیتھا افضل ''(76)

ترجمہ: ان کے لیے ظہر کی رخصت ہے، معلوم ہوا کہ جمعہ عزیمت ہے، اور وہی افضل ہے، مگر عورتوں کے لیے نہیں، کیوں کہ عورت کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

بہار شریعت میں ہے:

'' جمعہ واجب ہونے کے لیے گیارہ شرطیں ہیں ان میں سے ایک بھی معدوم ہو تو فرض نہیں ۔۔۔۔۔۔ بلکہ مرد عاقل بالغ کے لیے جمعہ پڑھنا افضل اور عورت کے لیے ظہر افضل۔(77)

سوال نمبر ۱۰: کیا ڈاکٹر سے اسپتال میں ختنہ کروانا درست ہے؟

---

(75) فتاویٰ عالم گیری الباب السابع فی صلاۃ الجمعۃ ج:۱ ص:۱۴۸

(76) ردالمحتار: کتاب الصلاۃ ، باب الجمعہ، ج:۳ص:۳۰

(77) بہار شریعت: جمعہ کا بیان، ج:۱، حصہ چہارم ص:۷۰

جواب۔

جس طرح گھر پر نائی وغیرہ سے ختنہ کرایا جاسکتا ہے اسی طرح اسپتال میں ڈاکٹر سے ختنہ کرانا بھی درست ہے۔

سوال نمبر ۱۱:

اگر کسی عورت کا چھوٹا بچہ ہے اور اس کے پیشاب کرنے سے کپڑے ناپاک ہوں تو کیا اس عورت کو کپڑے بدل کر نماز پڑھنا چاہیے یا اتنا حصہ دھولینا کافی ہے اگر کپڑا اتنا گیلا ہو گیا کہ جسم تک پیشاب پہونچ گیا تو کیا غسل کرنا پڑے گا کیونکہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ چھوٹے بچہ کا پیشاب معاف ہے وضاحت فرمائیں؟

جواب۔

جس طرح بالغ انسان کا پیشاب نجاست غلیظہ ہے بالکل ویسے ہی نابالغ بچے، بچی کا پیشاب بھی نجاست غلیظہ ہے اگر یہ ایک درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا دھونا فرض ہو گا بغیر دھوئے اگر نماز پڑھ لی گئی تو نماز کا لوٹانا فرض ہو گا، اس کپڑے کو اتار کر دوسرا پاک کپڑا پہن کر نماز پڑھے، اگر ایک درہم سے زیادہ جسم کے کسی حصہ میں لگ گیا تو اس کا دھونا فرض ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جسم کے جتنے حصہ میں لگے اس کا دھونا فرض ہو گا نہانا ضروری نہ ہو گا۔

سوال نمبر ۱۲:

آج کل کچھ نوجوان ایسے ہیں جو داڑھی رکھ لیتے ہیں مگر کچھ لوگ ایسے

ہیں جو اپنی بچیوں کا رشتہ داڑھی والے سے نہیں کرتے ہیں، یہاں تک کہ لڑکیاں بھی ایسے لڑکوں سے شادی کرنے سے گریز کرتی ہیں، اگر کسی لڑکی کا باپ یہ کہے کہ داڑھی والے سے شادی نہیں کریں گے تو اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب۔

داڑھی شعار اسلام ہے تمام انبیا و مرسلین علیہم الصلاۃ و السلام نے داڑھی رکھی، داڑھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے، ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔ ہمارے ائمہ احناف کا یہی فتوٰی ہے اس کا منڈانا اور ایک مشت سے کم کرانا سخت ناجائز و حرام اور فسق ہے جو لڑکیاں اس طرح کے خیالات رکھتی ہیں وہ اللہ تبارک وتعالٰی کی بارگاہ کی سخت گنہ گار اور مجرم ہیں اور یہ ان کی ذہنی آوارگی ہے، اسلام سے دوری ہے، ان کی بد چلنی ہے اگر ان کی روش صحیح ہوتی تو اسلامی عادت و اطوار والی ہوتی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوتی تو کبھی کسی بچی کی زبان پر یہ جملہ آنے نہیں پاتا۔ اللہ تبارک وتعالٰی ایسی بچیوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

ہاں وہ شخص جو یہ کہے کہ ہم اپنی بچی کا نکاح داڑھی والے سے نہیں کرائیں گے یہ بہت بدترین مجرم بھی ہے ساتھ ہی میں یہ داڑھی کا استخفاف اور توہین بھی ہے، لہذا اس کو توبہ بھی کرنا چاہیے اور یہ جملہ بولنے پر کہ وہ داڑھی رکھا ہے اس لیے نہیں کریں گے یہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا استخفاف ہونے کے سبب اس کو توبہ اور تجدید ایمان بھی کرنا

چاہیے اگر بیوی والا ہے تو تجدید نکاح بھی کرنا چاہیے۔

سوال نمبر ۱۳:

جمعہ کے خطبے میں کچھ لوگ ہاتھ باندھ لیتے ہیں، یہ طریقہ کیسا ہے اور خطبہ سننے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب:

اگر ادب کے ساتھ بیٹھا ہے اور ہاتھ باندھے ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن نگاہ سے متعلق سنت طریقہ یہ ہے سامعین کی نظر خطبہ دینے والے کی جانب ہونی چاہیے۔ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے: ''عن هلال بن ابی میمونۃ قال حدثنا عطاء بن یسار انہ سمع عن ابا سعیدن الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلس ذات یوم علی المنبر و جلسنا حولہ''[78]

ترجمہ: حضرت ہلال ابن ابو میمونہ سے روایت ہے وہ حضرت عطا ابن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر شریف پر تشریف فرما ہوئے اور ہم آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔

سوال نمبر ۱۴:

اس شخص کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے جس نے اپنے آخری وقت میں کفر سے توبہ کی اور کلمہ پڑھا کیوں کہ عام روایت ہے کہ مرنے سے چالیس دن

(78) صحیح البخاری، ج:۱ص:۱۲۵

سے پہلے توبہ قبول نہیں ہوتی ہے؟

جواب۔

یہ روایت کہ مرنے سے چالیس دن پہلے سے توبہ قبول نہیں ہوتی محض غلط ہے شریعت میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جب موت کا غرغرہ شروع ہو جائے اس وقت کی توبہ قبول نہیں، موت کے غرغرے سے پہلے پہلے انسان جو توبہ کرے اگر بدمذہب ہے سنی ہوجائے تو سنی قرار دیا جائے گا، کافر تھا اور غرغرہ شروع ہونے پہلے پہلے کلمہ پڑھ لیا تو اسے مسلمان سمجھا جائے گا اور اس کے ساتھ مسلمان کی طرح برتاؤ کیا جائے گا، کفن دیا جائے گا، غسل دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

سوال نمبر ۱۵:

میت کو دفنانے کے بعد اذان دینا چاہیے یا نہیں اگر ہاں تو پہلے فاتحہ پڑھی جائے یا اذان دی جائے؟

جواب۔

اذان دینا کتب معتبرہ سے ثابت ہے اور یہ حدیث سے ثابت ہے کہ ہر مصیبت کے وقت میں اذان دی جاسکتی ہے فقہائے کرام نے باقاعدہ فرمایا ہے کہ طوفان ہو، آندھی ہو، آگ لگ جائے تو اذان دی جائے کہ برکتیں انشاء اللہ آئیں گی۔ قبر میں جب میت کو دفن کیا جاتا ہے وہ ایک بڑی مصیبت کا وقت ہوتا ہے، اس لیے ہمارے علما وفقہا نے فرمایا کہ اذان دی جائے انشاء اللہ میت کو اس کی برکتیں پہونچیں گی اگر کچھ نہ مانے تو اتنا تو ضرور

ہے کہ اذان اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر یقینا ہے اور ذکر سے میت کو سکون ملتا ہے، اب رہ گیا دعا سے پہلے یا دعا کے بعد تو دعا کے بعد بھی کہی جا سکتی ہے اور پہلے بھی۔

سوال نمبر ۱۷:

کیا دیوبندی وہابی کو کافر کہنا جائز ہے؟

جواب۔:

علمائے دیوبند نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں صریح ناقابل تاویل گستاخیاں کی ہیں، اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں اللہ کے نبی کے علم غیب کو جانوروں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی ہے، قاسم نانوتوی نے رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کیا اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی نے شیطان اور ملک الموت کا علم سرکار کے علم سے زیادہ بتایا، ان بے ادبیوں اور گستاخیوں کی وجہ سے علمائے عرب وعجم نے انہیں کافر ومرتد اور جہنمی قرار دیا بلکہ فرمایا ''من شک فی عذابہ و کفرہ کفر ''یعنی جو ان کے عقائد کفریہ سے آگاہ ہوتے ہوئے ان کو مسلمان جانے وہ بھی کافر ہے۔

درمختار میں ہے:

'' من شک فی عذابہ و کفرہ کفر ''(79)

(79)در مختار: کتاب الجهاد باب المرتد

ترجمہ: جو شخص ان کے کفری عقائد پر مطلع ہوتے ہوئے ان کے کافر ہونے اور مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

سوال نمبر ۱۸۔

شادی سے پہلے غیر محرم کو لڑکی دکھانا کیسا ہے؟

جواب۔ وہ لڑکا جس سے شادی ہونے جارہی ہے اگر اس نے لڑکی کو دیکھا تو شرعاً نا جائز و حرام نہیں ہوگا اس کے علاوہ دیگر اجنبی لوگوں کو لڑکی دیکھنے کی اجازت نہیں۔

حدیث پاک میں ہے:

" قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اذا خطب احدکم المرأۃ فان استطاع ان ینظر الی ما یدعوہ الی نکاحھا فلیفعل " (80)

ترجمہ: سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو اگر ہو سکے تو وہ خوبی دیکھ لے جو اس عورت کے ساتھ نکاح کا باعث ہے۔

سوال نمبر ۱۹۔

دیابنہ کی مسجد ہے، سنی مسجد نہیں ہے، ہم جمعہ پڑھنے کہاں جائیں؟

جواب۔

ایسی جگہ جہاں مسجد میں جمعہ کی نماز دیوبندی یا وہابی امام پڑھائے اور جمعہ پڑھنے کے لیے اور کوئی مسجد نہ ہو وہاں نماز نہ پڑھے بلکہ تنہا ظہر کی نماز پڑھی جائے۔ فتاوی

---

(80) سنن ابو داؤد ص ۲۸۴۔ باب الرجل ینظر الی المرأۃ و ھو یرید تزویجھا

عالمگیریہ میں ہے:

" قال المرغینانی ولا تجوز خلف الرافضی و الجهمی و القدری و المشبهة و من یقول بخلق القرآن و حاصله ان کان هوی لا یکفر به صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الکراهة و الا فلا هکذا فی التبیین و الخلاصة و هو الصحیح هکذا فی البدائع"(81)

ترجمہ: امام مرغینانی فرماتے ہیں کہ رافضی، جہمی، قدری، مشبہ، اور قرآن کریم کو مخلوق کہنے والوں کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر بدعتی کی بدعت کفر تک لے جانے والی ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں، اور اگر بدعت حد کفر تک نہ ہو تب بھی اس کی امامت مکروہ ہے۔ (یہی تبیین و خلاصہ وبدائع الصنائع میں مذکور ہے)

سوال نمبر ۲۰۔

اگر کسی سنی مسلمان کا عقیدہ خراب ہو جائے اور اسی حالت میں انتقال ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

جواب۔

اگر کوئی شخص سنی صحیح العقیدہ تھا، نفس و شیطان کے فریب میں آکر بد مذہب و بد عقیدہ ہو گیا اور وہ عقائد کفریہ جو عقائد دیوبند کے ہیں، جیسے اشرف علی تھانوی نے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو جانوروں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی، معاذاللہ رب العالمین رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی نے شیطان اور ملک الموت

(81)فتاویٰ عالم گیری ۔ج۱ ص: ۸۴ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیره

کے علم کو نص سے ثابت مانا اور رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا انکار کیا، قاسم نانوتوی نے رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کیا، ان کفریہ عقائد کی بنیاد پر علمائے عرب وعجم نے ان کو کافر ومرتد قرار دیا، اگر کوئی شخص سنی صحیح العقیدہ تھا اور شیطان کے بہکاوے میں آکر وہ بدمذہب ہوگیا اور علمائے دیوبند کے کفری عقائد کا قائل ہوگیا تو مرنے کے بعد اس کی نماز جنازہ ہرگز نہیں پڑھی جائے گی۔

قرآن کریم میں ہے:

''ولاتصل علیٰ احدمنھم مات ابدا ولاتقم علیٰ قبرہ''(82)

ترجمہ: اے محبوب! کبھی بھی ان منافقوں میں جو مرجائیں اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ آپ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

''الصلاۃ علی المیت فرض کفایۃ۔۔۔۔ وشرطہا اسلام''(83)

ترجمہ: نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے۔۔۔۔۔ اور (میت کی نماز جنازہ جائز ہونے کے لیے میت کا) مسلمان ہونا شرط ہے۔

تنویرالابصار میں ہے:

''ھی فرض علی کل مسلم مات''(84)

---

(82) القرآن الکریم ،التوبۃ/۸۲

(83) الفتاوی الھندیہ ج:۱ ص: ۲۶۲، الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت

ترجمہ: ہر مسلمان مردے کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔

سوال نمبر ۲۱۔

موبائل سے قرآن کی آیت یاحدیث کوڈیلیٹ کرنا کیسا ہے؟

جواب۔ قرآن کریم کی آیات کو موبائل سے ڈیلیٹ کرنا یہ جائز ہے کتب فتاوی مثلا بحر الرائق وغیرہ میں کئی جزئیات متعدّد مقامات پر علاحدہ علاحدہ ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جائز ہے۔

سوال نمبر ۲۲۔

اگر کسی شخص نے نشے کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیا تو کیا طلاق ہو جائے گی اگر اتنا نشہ کیا کہ ہوش آنے پر اسے یاد ہی نہ رہے لیکن کوئی کافر شخص یہ کہے اس نے تین طلاق دی ہے تو کیا طلاق ہو جائے گی اور اگر عورت حمل سے ہو تو بھی طلاق ہونا درست ہے یا نہیں؟

جواب۔

اگر کسی شخص نے شراب پی لیا اور نشے کی حالت میں طلاق دی طلاق پڑ جائے گی ہے اب یہاں پر یہ مسئلہ کوئی شخص بہت زیادہ شراب پی کر بہت زیادہ نشے میں ہے اور اسے کچھ ہوش وحواس ہی نہیں کہ ہم نے کیا کہا اور کیا نہیں کہا اور وہاں پر کوئی مسلمان گواہ بھی نہیں صرف اگر کافر یہ کہے کہ تم نے طلاق دی ہے تو کیوں کہ حلت وحرمت یہ دیانات کے

---

(84) تنویر الابصار ج : ۳ ص : ۱۰۷ باب صلوٰۃ الجنازۃ

قبیل سے ہے اور دیانات میں کافر کی خبر معتبر نہیں۔

در مختار میں ہے:۔

" ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات "(85)

ترجمہ:

معاملات میں کافر کی خبر بالاجماع مقبول ہے ہاں دینی امور میں مقبول نہیں ہے۔

اگر طلاق دینے والے کو کسی طرح یاد نہیں کہ میں نے طلاق دی اور کوئی مسلمان وہاں پر بتانے والا گواہ بھی نہیں صرف کافر کہہ رہا ہے تو کافر کے بیان پر طلاق واقع نہیں مانی جائے گی ،اور اگر بیوی حمل سے ہے تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی ،طلاق واقع ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا، چاہے وہ حمل سے ہو، چاہے غیر حمل سے ،طلاق بہر صورت پڑجاتی ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ اگر عورت حالت حمل میں نہیں ہے اور حیض والی ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں ۔قرآن کریم نے فرمایا" و المطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء" اور اگر عورت کا حیض آنا بند ہو چکا ہے تو اس کی عدت تین مہینہ ہے اور اگر حالت حمل ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے جب تک حمل سے فراغت نہیں ہوگی وہ عدت سے فارغ نہیں ہوگی ،اگر آج کسی نے طلاق دی اور کل بچے کی پیدائش ہوگئی تو عدت

(85)در مختار ج :۹ ص : ۴۹۷ کتاب الحظر و الاباحۃ

ختم ہوگئی۔

تنویر الابصار میں ہے:۔

''و یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل و لو عبدا او مکرھا او ھازلا او سفیھا او سکران ''(86)

ترجمہ:۔ ہر عاقل و بالغ شوہر کی طلاق بیوی پر پڑ جائے گی خواہ وہ قصدا طلاق دے یا اس سے زبردستی دلوائی جائے اور چاہے وہ ہنسی میں طلاق دے یا بے وقوفی میں یانشہ کی حالت میں(بہر صورت طلاق پڑجائے گی) ۔

عالمگیری میں ہے:۔

''و طلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر او النبیذ و ھو مذھب اصحابنا رحمھم اللہ تعالیٰ کذا فی المحیط''(87)

ترجمہ:

نشہ والے کی طلاق پڑ جائے گی اگر وہ شراب یا نبیذ پی کر نشہ میں مبتلا ہوا ، یہی ہمارے فقہائے احناف رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے۔

سوال نمبر۲۳۔

کیا بیما کروایا جاسکتا ہے اور کیا بیما کی تجارت کی جاسکتی ہے؟

---

(86)تنویر الابصار ج : ۴ ص : ۴۴۴ کتاب الطلاق

(87) فتاوی عالمگیری ج : ۱ ص : ۳۵۳ ، فصل فیمن یقع طلاقہ و فیمن لا یقع طلاقہ

جواب۔

وہ لوگ جن کے پاس آمدنی کا ایسا ذریعہ ہو جس سے وہ بیمے کی اتنی قسطیں جمع کر سکیں کہ اس کی رقم نہ ڈوبے تو اس کو بیما کروانا درست ہے اور جب بیمہ کروانا درست ہے تو اس کی تجارت بھی درست ہے۔

سوال نمبر ۲۴۔

اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں بولنا چاہیے یا نہیں؟

جواب۔

ایسا لفظ جس کے متعدّد معانی ہوں اور بعض معانی اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہ ہو، ایسے لفظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لیے جائز نہیں ہے:

ردالمحتار میں ہے:

''مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع''[88]

چوں کہ میاں کے تین معانی ہیں (۱) آقا(۲) شوہر(۳)مرد وعورت میں زنا کا دلال۔ ان میں دو اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہیں لہذا اللہ تعالیٰ کی شان میں لفظ میاں کا استعمال ممنوع ہے۔ اللہ کو اللہ میاں نہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کہنا چاہیے۔

سوال نمبر ۲۵۔

کیا سنی دعوت اسلامی اور دعوت اسلامی یہ حق پر ہیں ؟

---

(88)رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج: ۹ ص:۵۶۷

جواب۔

دعوت اسلامی اور سنی دعوت اسلامی دونوں اہل سنت کی تحریکیں ہیں یہ ہرگز بد مذہب اور گمراہ نہیں ہیں، ان کے عقائد و معمولات ہمارے مذہب و مسلک کے مطابق ہیں، لہذا یہ اہل سنت ہی ہیں ان کو اہل سنت ہی سمجھنا چاہیے بلا ثبوت شرعی کسی مومن کے بارے میں یا اپنی کسی تحریک کے بارے میں بدگمانی کرنا ناجائز و حرام ہے۔

قرآن پاک میں فرمایا گیا:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ "[89]

سوال نمبر ۲۶۔

تقریر وغیرہ کا ویڈیو بنانا یا بنوانا کیسا ہے؟ کیا شریعت میں اس کی اجازت ہے اور پین کارڈ یا پاسپورٹ وغیرہ کے لیے فوٹو کھچوانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔

اللہ کے نبی نے تصویر کشی کو حرام فرمایا ہے، تصویر بنانا یا بنوانا دونوں حرام ہیں یہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے، بخاری شریف میں ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

" ان اشد الناس عذابا عند الله المصورون "[90]

یہ خادم بھی اسی کا قائل ہے لہذا بلا ضرورت و حاجت تصویر نہیں کھچوانی

---

(89)القرآن الکریم ، الحجرات/۱۲

(90)صحیح البخاری، ج:۲ ص:۸۸۰، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ

چاہیے۔ یہ خادم ایک بہت زمانے تک اسی موقف پر قائم رہا اور آج بھی اسی پر قائم ہے کہ جہاں ضرورت وحاجت نہ ہو جیسے ختنے میں شادی میں اپنی مووی بنوار ہے ہیں، جس طرح یہ کل حرام تھا اسی طرح آج بھی حرام ہے اور قیامت تک حرام رہے گا۔ اب رہا تقریر یا مسائل شرعیہ کے ویڈیوز وغیرہ بنوانا، تو اس سلسلے میں اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثِ پاک پیش نظر رہنی چاہیے، آپ نے ارشاد فرمایا ''انما الاعمال بالنیات'' اعمال کا دارو مدار تمھاری نیتوں پر ہے۔ وقت کے حالات بہت نازک ہیں اور بد مذہب ہر طرح کے ہتھیار سے لیس ہو کر اہل سنت کو اور اہل اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں، ان کے اپنے اپنے چینل چل رہے ہیں، بد عقیدگی اور بد مذہبی کی اشاعت کر رہے ہیں، گھر گھر ٹیویاں دیکھی جارہی ہیں، ہمارے بڑے بوڑھے اور بچے بیٹیاں سب اسے دیکھ رہے ہیں۔ شب و روز ان کے بیانات کو سن کر گمراہ ہونے کا قوی احتمال ہے ، اس لیے ہماری جماعت کے علماے کرام نے یہ موقف اختیار کیا جس انداز میں بد مذہب اپنے عقائد باطلہ کی اشاعت کر رہے ہیں اسی انداز سے ہماری جانب سے ان کے رد و ابطال ہونا چاہئے جس طرح کے ہتھیار آج ہمارے اہل سنت کے دشمنوں کے پاس ہیں ان کے دفاع کے لیے آج ہمیں بھی ویسے ہی ہتھیار استعمال کرنا چاہیے ، لہذا اگر ہم اسلامی ہتھیار کے طور پر اور اس نیت سے کہ جس انداز میں بد مذہبیت پھیل رہی ہے اس کے رد و ابطال اور دین وسنیت کی حفاظت وخدمت کے لیے اس کی اجازت ہونی چاہیے اور ہماری جماعت کے معتبر علماے کرام نے یہی موقف اختیار کیا ہے ۔ اور جہاں کوئی دینی ضرورت یا حاجت نہ ہو بلا وجہِ شرعی وہاں پر فوٹو وغیرہ کھچوانا بنانا اور بنوانا سب ناجائز و حرام ہیں۔ رہا راشن کارڈ وغیرہ تو اس

وقت یہ ضرورت وحاجت میں داخل ہیں، لہذا راشن کارڈ وغیرہ کے لیے یہ جائز ودرست ہے۔

سوال نمبر ۲۷۔

جو غیر مسلم نمستے یا نمسکار کرتے ہیں ان کا جواب دینا چاہیے یا نہیں جو مسلمان جواب دے یا خود غیر مسلم سے نمستے کہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب۔

اگر کسی کافر نے کسی مومن سے نمستے یا نمسکار کہا اور اس کے جواب میں مومن نے ھداک اللہ کہا تو اس میں شرعا کوئی حرج نہیں لیکن مومن کو یہ لفظ استعمال کرنا حرام ہے۔

سوال نمبر ۲۸۔

اگر حلالہ کی نیت سے کسی عورت کا نکاح کیا گیا لیکن دونوں افراد میاں بیوی کی طرح نہ رہے اور طلاق کے پہلے والے شوہر سے پھر نکاح کرا دیا گیا تو کیا طلاق ہو گئی اور کیا اس طرح سے دوبارہ نکاح ہو جائے گا؟

جواب۔

صرف حلالہ کی نیت کرنے سے حدیث پاک میں منع کیا گیا ہے، اللہ کے نبی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ محلل ومحللہ پر لعنت فرماتا ہے فقہانے فرمایا کہ اگر آپ کی نیت یہ ہے کہ ہمارے اس فعل سے کسی کا بگڑا گھر بس جائے گا تو اس نیت پر ثواب کی امید بھی ہے لیکن

حلالہ میں نکاح کے بعد شوہر نے بیوی سے مجامعت نہ کی تو حلالہ نہیں ہوگا اور حلالہ نہیں ہوگا تو بیوی پہلے والے شوہر پر حلال نہیں ہوگی۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے :۔

''وان کانت الطلاق ثلثا فی الحرة لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا وید خل بھا ثم یطلقھا او یموت عنھا کذا فی الھدایۃ''(91)

ترجمہ:

اگر آزاد عورت کو تین طلاقیں دی گئیں تو وہ شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی جب تک دوسرے سے نکاحِ صحیح نہ کرلے اور شوہرِ ثانی دخول کے بعد طلاق دے یا یہ کہ مرجائے۔ (توشوہراول کے لیے حلال ہوجائے گی) ۔

سوال نمبر۲۹۔

امام صاحب جب اپنی سنت نماز پڑھتے ہیں تو اتنی جلدی پڑھتے ہیں کہ رکوع میں جاتے ہیں مگر ٹھیک سے سیدھا کھڑے ہوئے بغیر سجدے میں چلے جاتے ہیں لیکن جماعت سے نماز پڑھاتے ہیں تو صحیح طریقے سے پڑھاتے ہیں تو کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟

---

(91)فتاویٰ عالم گیری،ج:۱ ص، ۴۷۳

جواب۔

قصدا ایسا کرنا گناہ ہے، ناجائز ہے ہو سکتا ہے امام صاحب سے یہ غلطی بے توجہی و بے خیالی میں ہو رہی ہو ایسی صورت میں ادب و احترام کے ساتھ اس پر امام صاحب کی توجہ کرا دینی چاہیے اور جب وہ نماز فرض میں تمام فرائض وواجبات کی اتباع کر رہے ہیں تو اس پر بھی ان کی توجہ کرا دی جائے تو بہتر ہے لیکن اس کے بعد بھی وہ اپنی بات پر اڑے رہیں تو ایسی صورت میں ایسے شخص کو امام بنانا درست نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں واجبات نماز کے تحت ہے:

’’ و تعدیل الارکان هو تسکین الجوارح حتی تطمئن مفاصله و ادناه قدر تسبیحة کذا فی العینی ‘‘[92]

ترجمہ: تعدیل ارکان کا مطلب ہے اعضا کو سکون دینا یہاں تک کہ سارے جوڑ اپنے اپنے جگہ مطمئن ہو جائیں۔ اور تعدیل ارکان کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہا جا سکے۔

سوال نمبر ۳۰۔

امام کے اللہ اکبر کہنے سے پہلے مقتدی نے دیکھا کہ امام رکوع میں جا رہے ہیں تو مقتدی بھی رکوع میں چلا گیا اور امام صاحب نے بعد میں اللہ اکبر کہا تو کیا مقتدی نماز میں شامل ہے یا بے دخل؟

---

(92) فتاویٰ عالم گیری ج : ۱ ص : ۷۱ الفصل الثالث فی واجبات الصلاۃ

جواب۔

تکبیر تحریمہ یعنی جس سے نماز کا آغاز کیا جاتا ہے اس کے بارے میں مسئلہ شرعی یہ ہے کہ امام اللہ اکبر نہیں کہنے پایا اور مقتدی نے اللہ اکبر پورا کر لیا، ایسی صورت میں مقتدی کی نماز ہوگی ہی نہیں اور اس کے علاوہ تکبیرات انتقالیہ میں ایسا کیا تو نماز ہو جائے گی۔

سوال نمبر ۱۳۱۔ سفر کر کے گھر کو آ گئے مگر مغرب ہونے میں دس منٹ رہ گئے ہیں تو کیا عصر کی نماز پڑھی جائے گی یا قضا کی جائے گی؟

جواب۔ اگر سورج ابھی ڈوبا نہیں ہے اور اس دن کے عصر کی نماز آپ نے نہیں پڑھی ہے تو پڑھ سکتے ہیں ہاں سورج ڈوبنے سے بیس منٹ پہلے مکروہ وقت شروع ہو جاتا ہے تو اس وقت کوئی قضا یا نفل نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ۔

'' ثلاث ساعات لاتجوز فیها المکتوبۃ و لا صلاۃ الجنازۃ و لا سجدۃ التلاوۃ اذا طلعت الشمس حتی ترتفع و عند الانتصاف الی ان تزول و عند احمر ارها الی ان تغیب الا عصریومہ ذلک فانہ یجوز اداؤہ عند الغروب هکذا فی فتاوی قاضی خان''[93]

ترجمہ: تین اوقات وہ ہیں جن میں نہ فرض نماز جائز ہے اور نہ ہی نماز جنازہ اور نہ

(93)فتاویٰ عالم گیری کتاب الصلاۃ الفصل الثالث فی بیان الاوقات ج : ۱ ص : ۵۲

ہی سجدہ تلاوت ۔(۱) سورج نکلنے کے بعد یہاں تک بلند ہو جائے (۲) ٹھیک دوپہر کے وقت حتیٰ کہ سورج کا زوال ہو جائے (۳) شام کے وقت سورج کی سرخی کے بعد یہاں تک ڈوب جائے (ہاں) بوقت شام اسی دن کی نماز عصر پڑھی جاسکتی ہے کہ بوقت غروب آفتاب اس کا پڑھنا جائز ہے۔

سوال نمبر ۳۲۔

ایک شخص امام اور ایک شخص مقتدی ہو تو جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب۔

اس سلسلے میں حکم شرع یہ ہے کہ ایک امام بن جائے اور ایک مقتدی بن جائے اور یہ حدیث پاک سے ثابت ہے اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ مقتدی امام کے داہنے جانب کھڑے ہو اور مقتدی کے ٹخنے امام کے ٹخنے سے آگے نہ بڑھ جائیں۔

بخاری شریف میں ہے:۔

'' عن ابن عباس قال نمت عند میمونۃ و النبی صلی اللہ علیہ و سلم عندھا تلک اللیلۃ فتوضا ثم قام لیصلی فقمت عن یسارہ فاخذنی فجعلنی عن یمینہ فصلی ثلث عشرۃ رکعۃ ثم نام حتی نفخ ''[94]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک رات

---

(94) بخاری شریف باب اذا قام الرجل عن یسارہ الامام تحولہ الامام الی یمینہ لم تفسد صلاتھا

میں اپنی خالہ حضرت میمونہ کے یہاں سویا، اس رات سرکار صلی اللہ علیہ سلم انہیں کے یہاں تھے (کیوں کہ وہ سرکار صلی اللہ علیہ سلم کے ازواج مطہرات میں سے ہیں) سرکار ﷺ نے وضو فرمایا اور نماز کے لیے کھڑے ہویے اور میں ان کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو سرکار ﷺ نے مجھے پکڑ کر اپنے دائیں طرف کر دیا پھر سرکار نے تیرہ رکعت نماز ادا فرمائی پھر سو گئے۔

فتاوی شامی میں" بل بالقدم" کے تحت ہے:۔

" فلو حاذاه بالقدم و وقع سجوده مقدما عليه لكون المقتدى اطول من امامه لا يضر و معنى المحاذاة بالقدم المحاذاة بعقبه فلا يضر تقدم اصابع المقتدى على الامام حيث حاذاة بالعقب مالم يفحش التفاوت بين القدمين حتى لو فحش بحيث تقدم اكثر قدم المقتدى لعظم قدمه لا يصح كما اشار اليه بقوله مالم يتقدم"[95]

ترجمہ: اگر مقتدی کا پیر امام کے پیر کے برابر ہو اور سجدے میں مقتدی کا سر امام کے سر سے آگے نکل جائے، مقتدی کا قد لمبا ہونے کی وجہ سے تو اس میں کوئی خرابی نہیں۔ اور پیروں میں برابری کا مطلب ہے دونوں کے ٹخنے برابر ہونا لہذا اگر مقتدی کے پنجے امام کے پنجوں سے آگے نکل گئے اور ٹخنے برابر تھے تو کوئی حرج نہیں، جب تک دونوں کے پیروں کے درمیان زیادہ تفاوت نہ ہو، اگر زیادہ تفاوت ہو گیا اور ٹخنوں کے برابر ہونے کے باوجود مقتدی کے پیر کا اکثر حصہ امام

(95)ردالمحتار: كتاب الصلاة باب الامامة ج ٢ ص : ٣٠٨

کے پیر سے آگے نکل گیا تو صحیح نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳۳۔

کھڑے ہو کر کھانا پینا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ ہاتھ دھولیں دستر خوان بچھالیں سر کو ڈھانک لیں اور بسم اللہ شریف پڑھ کے آپ کھانا کھائیں اور نمکین سے شروع کریں اور نمکین ہی پر ختم کریں اور پیالہ یا پلیٹ کے ساتھ میں انگلی بھی چاٹ لیں اور سیدھے ہاتھ سے پانی پئیں بسم اللہ شریف پڑھ کے تین گھونٹ میں پئیں یہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے اور رہا کھڑے ہو کر کھانا پینا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے لہذا میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ مسلمان ہیں نبی کی سنت کے مطابق کھانا کھائیے اور غیروں اور انگریزوں کے طریقوں سے بچیں

بخاری شریف میں ہے:

'' عن عمر بن ابی سلمة يقول كنت غلاما فی حجر رسول الله صلی الله عليه و سلم و كانت يدی تطيش فی الصحفة فقال لی رسول الله صلی الله عليه سلم يا غلام سم الله و كل بيمينک '' [96]

ترجمہ: عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا بچپن تھا میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھا تھا اور میرا ہاتھ پلیٹ میں چاروں طرف چل رہا تھا تو سرکار صلی

(96) بخاری شريف باب التسمية علی الطعام ج دوم ص : ۸۵۹

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیٹا بسم اللہ پڑھواور داہنے ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔

بخاری شریف میں دوسری جگہ ہے

'' قیل لقتادةفعلی ما کانوا یاکلون قال: علی السفر ''(97)

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کس چیز پر کھاتے تھے آپ نے جواب دیا دسترخوان پر۔

بخاری شریف میں ہے:'' عن ابی امامة ان النبی صلی اللہ علیہ سلم کان اذا رفع مائدتہ قال الحمد للہ ''(98)

ترجمہ:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب سرکار ﷺ کا دستر خوان اٹھایا جاتا توآپ فرماتے الحمدللہ۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

'' و السنة ان یغسل الید قبل الطعام و بعدہ''(99)

ترجمہ: کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد بھی ہاتھ دھونا سنت ہے۔

سوال نمبر ۱۳۴ ایک سنی شخص صلوٰۃ التسبیح کی نماز جماعت سے پڑھ کے آرہا تھا تو ایک دیوبندی ملانے اعتراض کیا اور کہا کہ جماعت تو صرف تین ہی نماز میں ہوتی

---

(97)بخاری شریف ج ۲ص:۸۱۱

(98)بخاری شریف کتاب الاطعمة ج ۲ص:۸۱۱

(99)فتاویٰ قاضی خاں کتاب الحظر و الاباحة ج ۳ ص : ۴۰۵

ہے یعنی پنج وقتہ اور عیدین اور نماز جنازہ یہ چوتھی نماز جماعت سے پڑھنا کس حدیث میں ہے؟

جواب۔

بخاری شریف کی حدیث ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس جو سرکار کے چچازاد بھائی تھے حضرت میمونہ رضِی اللہ عنہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی بیوی ہیں اور حضرت عبداللہ ابن عباس کی خالہ تھیں حضرت میمونہ نے حضرت عبداللہ سے فرمایا آج تم رک جاؤ رات کو دیکھو رسول اللہ ﷺ کی عبادت کی کیفیت کیا ہے، حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں بستر کی چوڑائی میں لیٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمبائی میں لیٹ گئے میں نے دیکھا کہ رات میں رسول اللہ ﷺ اٹھے اور اس کے بعد سرکار نے قرآن کی تلاوت فرمائی، پھر لٹکی ہوئی مشک سے سرکار نے وضو فرمایا اور وضو فرمانے کے بعد ہاتھ باندھ کر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں دیکھا تو میں بھی اٹھا اور میں نے وضو کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی بائیں جانب جاکر کھڑا ہو گیا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنے لگا، یہ تیسری جماعت کے علاوہ چوتھی جماعت ہے جو بخاری شریف میں لکھی ہوئی ہے، فرماتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا کان پکڑ کر مجھے دائیں جانب کھڑا کر لیا، بخاری شریف میں صراحت کے ساتھ ہے، دیکھیں یہ جماعت تینوں نمازوں میں سے کوئی نماز نہیں تھی، رسول اللہ ﷺ اور عبداللہ بن عباس نے جماعت کے ساتھ پڑھی لہذا بخاری شریف سے ان تینوں

نمازوں کے علاوہ جماعت ثابت ہوگئی۔[100]

سوال نمبر ۳۵۔

آخرت میں مرید اپنے پیر کو کیسا اور کہاں پائے گا؟

جواب۔ یہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کی بارگاہ میں التجا کرنے سے جب پروردگار عالم شفاعت کا دروازہ کھول دے گا اور میرے نبی پر شفاعت کا دروازہ کھل جانے کے بعد دیگر انبیاے کرام بھی اپنی امت کی شفاعت کریں گے اور اللہ کے محبوب بندوں کو اپنے اصحاب ومتعلقین کی شفاعت کی اجازت ہوگی فرمایا گیا ایک شخص ہوگا جو ایک عالم دین کی خدمت میں حاضر ہوگا وہ کہے گا حضور میں نے دنیا میں آپ کو وضو بنوایا تھا وہ عالم دین اللہ کی بارگاہ میں شفارش کرے گا اور اس کی شفاعت سے اللہ اس کی مغفرت فرمادے گا اور کہاں پائے گا تو اس کے لئے شریعت میں کوئی جگہ تو متعیّن نہیں میدان قیامت ہوگا سارے متقدمین ومتاخرین اکٹھا ہونگے لیکن سرکار ﷺ نے فرمایا'' انت مع من احببت '' تم جس سے محبت کرتے ہو اس کے ساتھ ہوگے اس ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ چاہنے والوں کو اپنے آقاؤں کی خدمت ان کی معیت عطا فرمادے گا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید یہی ہے۔

سوال نمبر ۳۶۔

زید گھر سے پاک ہو کر نکلا جمعہ کی نماز سے پہلے استنجا کیا جب وضو کرنے

---

(100)صحیح بخاری ج : ۱ ص: ۹۷، باب اذا لم ینو الامام ان یؤم، کتاب الاذان

گیا تو شک ہوا کہ پاک ہے یا پھر ناپاک ایسے شک کے مسئلے پر کیا کیا جائے، نماز پڑھی جائے یا قضا کی جائے اور اگر جمعہ کے بعد نماز پڑھی جائے تو نیت جمعہ کی ہوگی یا ظہر کی؟

جواب۔

اگر زید گھر سے پاک ہوکر نکلا اور اسے ناپاک ہونے کا شبہ ہوگیا '' الیقین لا یزول بالشک ''یقین شک سے زائل نہیں ہوتا جب تک ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو جائے تب تک باوضو ہے نماز پڑھے نماز ہو جائے گی اگر جمعہ کے بعد نماز پڑھی جائے تو نیت ظہر کی ہوگی۔[101]

سوال نمبر ۷۳۔

کیا کسی غیر مسلم کو ضرورت پڑنے پر خون دیا جاسکتا ہے؟

جواب۔ خون کے بارے میں ہمارے علما نے فرمایا ہے کہ بہتا خون نجاست غلیظہ ہے یہ قرآن کریم سے ثابت ہے :

''قُـل لاَّ أَجِـدُ فِي مَـا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمـاً عَـلَى طَـاعِمٍ يَطْعَمُـهُ إِلاَّ أَن يَكُـونَ مَيْتَـةً أَوْ دَمـاً مَّسْـفُوحاً أَوْ لَحْـمَ خِنزِيـرٍ فَإِنَّـهُ رِجْـسٌ أَوْ فِسْـقاً أُهِـلَّ لِغَـيْرِ اللّهِ بِـهِ فَمَـنِ اضْـطُرَّ غَـيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَـادٍ فَـإِنَّ رَبَّـكَ غَفُـورٌ

(101) ہدایہ اولین ص : ۲۸

رَّحِيمٌ (102)

لیکن اگر کسی کو خون چڑھانے کی ضرورت ہے کہ اس کو ایسے مرض کا سامنا ہو گیا کہ خون چڑھائے بنا کوئی راستہ نہیں ہے اور اس کی جان پر بن آئی ہے اور ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ خون چڑھانا لازمی ہے ورنہ جان جا سکتی ہے تو " الضرورات تبيح المحظورات " کے پیش نظر خون چڑھانا جائز ہے اور جب خون چڑھانا اور چڑھوانا جائز ہے تو ایسی صورت میں خون دینا بھی جائز ہے۔

سوال نمبر ۳۸۔

اس دور میں بہت سے اہل سنت ایسے ہیں جو دیابنہ وہابیہ کے یہاں آتے جاتے ہیں ان کے یہاں کھاتے پیتے ہیں اور شادی بیاہ کرتے ہیں یہ فعل از روئے شرع کیسا ہے؟

جواب۔ اس سلسلے میں عرض یہ ہے اللہ کے رسول ﷺ کی محبت یہ فرض ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اوراس کے محبوب کی بارگاہ کا ادب فرض عین ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کی بارگاہ کا ادب اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ کے آداب کے قبیل سے ہے، اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ سلم کی سچی محبت ہی ایمان اور مدار ایمان ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ سلم نے ارشاد فرمایا " لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من والده و لده و

(102)القرآن الكريم سوره انعام آیت : ۱۴۵

الناس اجمعین او کما قال ''[103]

ترجمہ: تم کامل ایمان والے نہیں ہوسکتے حتیٰ کے اپنے باپ بچوں اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت کرو۔

اب آئیے دیابنہ وہابیہ کے متعلق سنیے کہ یہ وہ جماعت ہے جس نے اللہ تبارک و تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کی بارگاہ میں بے شمار بے ادبیاں کی ہیں، صریح ناقابل تاویل گستاخیاں کیں، کہیں یہ لکھا اللہ تبارک وتعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، کہیں یہ لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کو پیٹھ کے پیچھے کی خبر نہیں، کہیں یہ لکھا جس کا نام محمد یا علی ہے اس کو کسی چیز کا اختیار نہیں، کہیں یہ لکھا انبیاء اولیاء اللہ کے بے بس بندے ہیں ، ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا: یارسول اللہ کہنا شرک ہے۔ اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں نبی ﷺ کے علم شریف کو جانوروں پاگلوں اور بچوں کے علم سے تشبیہ دی۔ خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ میں لکھا کہ رسول اللہ کا میلاد کنھیا کی جنم کی طرح ہے اور اسمٰعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں لکھا کوئی بھی بزرگ اپنے شیخ اور کسی جانب خواہ جناب رسالت مآب ہی کیوں نہ ہوں ان کی جانب اپنی ہمت کو لگا دینا بیل یا گدھے کی صورت میں مستغرق ہو جانے سے زیادہ برا ہے اور قاسم ناتوتوی نے رسول اللہ کے خاتم زمانی کا انکار کیا ان تمام بے ادبیوں کی وجہ سے علما عرب وعجم نے ان کی تکفیر کی کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ کے بے ادب ہیں اور اپنی بے ادبیوں کی وجہ

---

(103) بخاری شریف جلد اول ص :۷

سے کافر ومرتد ہیں، اسلام سے خارج ہیں بلکہ تحریر فرمایا'' من شک فی عذابہ و کفرہ کفر '' (104)

جو ان کے عقائد کفریہ پر مطلع ہونے کے بعد ان کے عذاب میں شک کرے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور اسلام سے خارج ہے آپ ان کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے گویا وہابیوں کی بنیاد ہی رسول اللہ کی بے ادبی پر ہے اور اللہ کے نبی ﷺ کی بارگاہ کی بے ادب جماعتیں ہیں اور کوئی بھی ایمان والا ہو سب کچھ برداشت کر سکتا ہے اپنے نبی کی بارگاہ کی بے ادبی برداشت نہیں کر سکتا۔ الحمدللہ یہی صحابہ کرام کا طریقہ تھا انہوں نے اپنے نبی کی محبت میں اپنی جانوں کو قربان کیا اپنے ماں باپ چھوڑ دیے، اپنے بھائیوں کو چھوڑ دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سگے ماموں کو جنگ بدر میں اپنے نبی کی محبت میں قتل کر دیا، حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے ہاتھ سے نبی کی محبت میں جنگ احد میں اپنے باپ کو قتل کر دیا، ایک مومن کے لیے اللہ کے نبی صلی للہ علیہ سلم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہو سکتا۔ لہذا ہم اور آپ پر لازم ہے کہ ان سے اجتناب و احتراز اور ان سے دوری بنائیں، یہی اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔ کیوں کہ کہ یہ جماعتیں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ کے بے ادب اور گستاخ ہیں۔

قرآن کریم میں ہے :

لا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ

(104) در مختار کتاب الجهاد با ب المرتد

عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الإِيمَانَ۔[105]

یعنی تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کرے ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے۔

جو اپنے نبی کی محبت میں نہ خاندان دیکھتے ہیں نہ برادری دیکھتے ہیں سب سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول کو چاہتے ہیں قرآن انہیں کے بارے میں فرماتا ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان نقش فرمادیا ہے'' و ایدھم بروح منہ '' اور اللہ ان کی اپنی روح ید کے ذریعہ تائید فرماتا ہے'' و یدخلھم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر[106] ''اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں لہذا ہمیں حکم یہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' لا تواکلوھم لا تشاربوھم و لا تناکحوھم ''نہ ان کے ساتھ کھاؤ نہ ان کے ساتھ اٹھو بیٹھو، نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرو '' ان مرضوا لا تعودھم ''بیمار پڑجائیں تو عیادت کو مت جاؤ'' ان ماتوا فلا تشھدوھم '' مرجائیں تو جنازے پر مت جاؤ'' لا تصلوا علیھم ولا معھم ''نہ ان پر نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو اور فرمایا'' و ایاکم و ایاھم لا یضلونکم

---

(105) القرآن الکریم۔ المجادلۃ ۲۲

(106) القرآن الکریم سورہ مجادلہ

ولا یفتنونکم '' ان کو اپنے سے دور رکھو اپنے کو ان سے بچاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ موقع پاکر گمراہ کردیں اور فتنے میں ڈال دیں یہ حدیث متعدّد کتابوں میں کچھ الفاظ کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ موجود ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کی شریعت کا یہی حکم ہے لہذا حکم شرع کے مطابق ہمیں زندگی گزارنی چاہیے قرآن و احادیث کی روشنی میں حکم شرع یہ ہے کہ ان بدمذہبوں کو اپنے یہاں بلانا یہ بھی ناجائز و حرام ہے ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا یہ بھی ناجائز و حرام ہے ختنہ عقیقہ میں دعوت دینا اور ان کے یہاں دعوت میں جانا یہ بھی ناجائز و حرام ہے ان سے کوئی بھی محبت و اخلاق کا تعلق رکھنا سخت ناجائز و حرام ہے، گناہ ہے۔

سوال نمبر ۳۹۔

دور حاضر میں جو اہل سنت میں اختلافات چل رہے ہیں کہیں چلتی ٹرین کے تعلق سے کہیں مدنی چینل کے تعلق سے اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر جس کا تعلق فقط فروعی مسائل سے ہے ایسے ماحول میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

جواب۔

فروعی مسائل کا یہ اختلاف نیا نہیں ہے فروعی مسائل کا اختلاف اللہ کے نبی ﷺ کے مقدس صحابہ کے زمانے سے چلا آرہا ہے۔ ائمہ اربعہ میں رہا دیگر ائمہ میں رہا محدثین کے درمیان میں رہا فقہا اور مجتہدین کے درمیان رہا اور اس اختلاف کی بنیاد پر کبھی ہمارے ماحول میں نفرت کا ماحول پیدا نہیں ہوا نہ ہی ہم کبھی بزرگوں کی شان میں طعن و تشنیع کی نہ بے ادبیاں کیں لہذا اگر ہمارے علما کے درمیان فروعی مسائل میں اختلاف ہو

جائے ٹرین کا مسئلہ ہو یا مدنی چینل وغیرہ کا مسئلہ، دلائل کی بنیاد پر اختلاف ہو رہا ہے تو اس اختلاف کی بنیاد پر ہمیں ہرگز کسی عالم کسی مفتی کسی خانقاہ کی بے ادبی نہیں کرنی چاہیے اور ہمیں اپنے تمام اکابر تمام علما کا ادب و احترام کرنا چاہیے جو حضرات ان مسائل میں جواز کا قول کریں اور دلائل کی بنیاد پر جائز قرار دیں وہ بھی ہمارے علمائے اہل سنت ہیں اور ہمارے لیے قابل احترام ہیں اور جو عدم جواز کا قول کر رہے ہیں وہ بھی ہمارے سنی علما ہی ہیں لہذا ایسی صورت میں کسی کی شان میں بے ادبی گستاخی نہیں کرنا چاہیے یہ بات علاحدہ ہے کہ ہماری نظروں میں جن کے دلائل راجح قرار پائیں گے ہم اس پر عمل کریں گے۔

سوال نمبر ۴۰۔

کیا مرید اپنے پیر کی بیعت سے بے دخل ہو سکتا ہے اور کیا مرید اپنی مرضی سے بیعت توڑ سکتا ہے؟

جواب۔

اگر پیر شرائط بیعت کا جامع ہے، بیعت کی جو چار شرطیں ہیں، پیر کے اندر وہ چیزیں پائی جائیں تو مرید ہونا جائز ہے۔ سنی صحیح العقیدہ ہو، بدمذہب بدعقیدہ نہ ہو کبائر سے بچتا ہو، صغائر پر اصرار نہ کرتا ہو، آسان لفظوں میں یہ کہ اللہ کے نبی کی شریعت کا پابند ہو اور عالمِ دین ہو، اس لیے کہ پیر کی ذمہ داری اپنے مریدین کو حلال و حرام کے مسائل سے آگاہ کرنا ان کی زندگی کو برائیوں سے بچانا، اگر پیر خود ہی احکام شرعیہ نہیں جانتا، اور نہ اسے یہ معلوم ہے کہ حلال کیا ہے؟ حرام کیا ہے؟ تو مریدین کو کیا بتائے گا۔ اور اس کا سلسلہ صحیح ہو ،اللہ کے نبی تک پہنچتا ہو ،یعنی اس کا سلسلہ متّصل ہو اور جب بیعت ہو گیا تو فرمایا

گیا"الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ"اگر شیخ کی بارگاہ سے عقیدت صحیح ہے تو شیخ سے لے کر اللہ کے نبی ﷺ کی بارگاہ شریف تک جتنے وسائل ہیں اللہ تعالیٰ عقیدت کے اعتبار سے جتنی عقیدت ہوتی ہے، اس کا فیض عطا فرماتا ہے، اگر شیخ جامع شرائط ہیں تو اگر اس سے بیعت توڑے گا تو دونوں عالم کے وبال میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، ہاں یہ ضروری ہے کہ اگر شیخ اس کو اپنی بیعت سے خارج کردے تو وہ بیعت سے خارج ہو جائے گا۔ بیعت کا دارومدار شیخ کے قبول کرنے پر ہے، اب اگر اسی نے نکال دیا تو بیعت سے خارج ہو جائے گا اور اگر مرید نے بلا عذر شرعی خود ایسی حرکت کی ہے تو دونوں عالم کے وبال میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں سبع سنابل شریف کے حوالہ سے ہے:

" امانخست از شرائط پیری یکے انست کہ پیر مسلک صحیح داشتہ باشد دوم از شرائط پیری انست کہ پیر در ادائے حق شریعت قاصر و متھاون نباشد سوم از شرائط پیری انست کہ پیر را عقائد درست بود موافق مذہب سنت و جماعت پس ایں رسمے کہ از پیری و مریدی ماندہ است بے ایں سہ شرائط اصلا درست نیست "(107)

بہار شریعت میں ہے:

"پیر کے لیے چار شرطیں ہیں قبل از بیعت ان کا لحاظ فرض ہے (۱) سنی صحیح العقیدہ ہو۔(۲) اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے۔(۳)

---

(107)فتاویٰ رضویہ ،ج:۱۱ ص:۲۰۱

فاسق معلن نہ ہو۔(۴) اس کا سلسلہ نبی کریم ﷺ تک متّصل ہو۔[108]

سوال نمبر ۴۱۔

مسجد میں ایک نابینا قاری صاحب موجود ہیں اور دیگر حفاظ کرام بھی موجود ہیں، لیکن سب سے بہتر قاری نابینا قاری صاحب ہیں، تو کیا وہ جماعت سے نماز پڑھا سکتے ہیں؟

جواب: اگر نابینا قاری صاحب نماز وطہارت کے مسائل سے بقدر ضرورت آگاہ ہیں تو ان کی امامت میں شرعاً کسی بھی طرح کی کوئی کراہت نہیں ان کی امامت صحیح و درست ہے۔

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

”و یکرہ تنزیھا امامۃ عبد و اعرابی و فاسق و اعمیٰ الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم فھو اولیٰ “[109]

سوال نمبر ۴۲۔

شادی کے موقع پر فائرنگ کرنا، آتش بازی کرنا کیسا ہے؟

جواب:

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا نکاح کا اعلان کرو، علانیہ نکاح کرو، نکاح کے بعد اگر کسی نے فائرنگ نکاح کے اعلان کی نیت سے کی تو اس میں شرعاً کوئی خرابی

---

(108) بہار شریعت ج:۱، حصہ:۱، ص:۲۷۸

(109) تنویر الابصار مع الدر المختار کتاب الصلاۃ ،باب الامامۃ ،ج:۲،ص:۲۹۸

نہیں، لیکن نکاح سے پہلے یونہی فائرنگ کرنا یا بعد میں فائرنگ یا آتش بازی کرنا یا پٹاخے داغنا اور مال کو برباد کرنا یہ شرعا درست اور صحیح نہیں ہے۔

ترمذی شریف میں ہے:

" اعلنوا هٰذا النكاح و اجعلوها فى المساجد وا خبروا عليه بالدفوف " (110)

ترجمہ: نکاح کا اعلان کرو اور نکاح مسجدوں میں کرو اور دف کے ذریعہ نکاح کی خبر پھیلاؤ۔

قرآن کریم میں ہے:

"اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْن " (111)

ترجمہ: یقیناً فضول خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

سوال نمبر ۴۳۔

جنت کے سلسلے میں اسلامی نظریہ کیا ہے؟

جواب:

حدیث پاک سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن عرش کے مقابل میزان عمل رکھا جائے گا جس میں نیکیاں اور برائیاں تولی جائے گی اس کا ہر ایک پلہ اتنا وسیع ہو گا کہ اگر ساتوں آسمان وزمین اس پر رکھ دیے جائیں تب بھی وہ بھرنے نہ پائے، نیکیوں کا پلہ جنت

---

(110) ترمذی شریف ج:۱،ص:۱۲۹

(111) القرآن الکریم ، بنی اسرائیل ،آیت: ۲۷

کے مقابل ہوگا اور برائیوں کا پلہ جہنم کے مقابل ہوگا اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جنت ہے۔

سوال نمبر ۴۴۔

اگر کوئی اپنے ایمانی بھائی کو کافر کہے تو کیا کفر لوٹتا ہے اور اگر کفر لوٹے تو کیا کہنے والا صرف توبہ کرلے تو کافی ہے یا اگر شادی شدہ ہے اور دوبارہ نکاح بھی پڑھنا پڑے گا اور کیا مرید ہے تو پھر سے بیعت کرنی پڑے گی؟

جواب: کسی مسلمان کو کافر کہنا دو طرح سے ہوسکتا ہے ایک تو یہ کہ اس کے اندر کفر کا کوئی سبب نہیں، کوئی کفرو شرک نہیں کیا، پھر بھی کافر کہہ رہا ہے اور اس کو کافر سمجھ کر کافر کہہ رہا ہے تو یہ کفر ہے گویا اسلام کو کفر سمجھ رہا ہے، یہ مسلم شریف کی حدیث شریف سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے جس نے اپنے ایمانی بھائی کو کافر کہا تو کفر اس کی جانب لوٹ آئے گا اگر وہ کافر تھا تو کوئی بات نہیں اگر وہ کافر نہیں تو کہنے والا کافر ہوجائے گا۔ اگر کسی مسلمان کو جانتے ہوئے بھی کہ وہ مسلمان ہے اور کوئی کفر نہیں کیا، اس کو مسلمان اعتقاد کرکے کافر کہے گا تو کہنے والا کافر ہوجائے گا۔

حدیث پاک میں ہے:

”ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احد ھما ان کان کما قال والارجعت علیہ“[112]

(112)مسلم شریف ،ج:۱،ص:۵۷

ترجمہ: کسی نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو دونوں میں سے ایک کافر ہو جائے گا (جسے کافر کہا گیا) اگر کافر ہے (تو کوئی بات نہیں) ورنہ کافر کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو اگر شادی شدہ ہے تو دوبارہ نکاح کرے اگر کسی سے بیعت تھا تو پھر دوبارہ بیعت کرے۔اور اگر کسی مسلمان کو مسلمان اعتقاد کر کے یونہی گالی گلوج کے طور پر کہہ دیا اے کافر، تو یہ حرام ہے گناہ کبیرہ ہے، اس پر لازم ہے توبہ کر کے جس کو کہا اس سے معافی بھی مانگ لے، اس صورت میں توبہ کرنا ہی کافی ہے۔

سوال نمبر ۴۵۔

نماز جنازہ میں لوگ جوتے چپل پہن کر نماز پڑھتے ہیں تو کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:

نماز جنازہ کے لیے جس جگہ پر ہم کھڑے ہیں اس جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے، جوتا، چپل پہن کر نماز پڑھنے کی تفصیل یہ ہے کہ جوتا، چپل پہن کر نماز پڑھ رہا ہے تو جوتے چپل کا اور جس زمین پر کھڑا ہے دونوں کا پاک ہونا شرط ہے۔اگر جوتے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہے تو پھر جوتے کا پاک ہونا کافی ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ اگر زمین پاک ہے تو جوتے سے ہٹ کر زمین پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی جائے، یہی زیادہ بہتر ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

" اگر وہ جگہ پیشاب وغیرہ سے ناپاک تھی یا جن کے جوتوں کے تلے ناپاک تھے اور اس حالت میں جوتا پہنے ہوئے نماز پڑھی ان کی نماز نہ ہوئی احتیاط یہی ہے کہ جوتا اتار

کر اس پر پاؤں رکھ کر نماز پڑھی جائے کہ زمین یا تلا اگر ناپاک ہو تو نماز میں خلل نہ آئے“ (113)

سوال نمبر ۴۶۔ کیا کسی غیر مسلم کو اس کے تہوار پر مبارکباد دینا کفر ہے؟

جواب:

غیر مسلموں کے جو اپنے خالص مذہبی وکفری تہوار ہیں اس میں مبارکباد دینا کفر ہے فرمایا گیا ”من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ،“ جس نے کفار کے کفری افعال میں سے کسی فعل کی تحسین وتعریف کی، اس کو اچھا سمجھا ایسا کرنے والا کافر ہے مبارک کہنا یعنی برکت والا کہنا یعنی گویا کفر کو برکت والا کہہ رہے ہیں یعنی برکت کہنا یقینا اس کی تعریف ہے ایسا کہنے والا فقہا کے نزدیک کافر ہے اس سے بچنا ہر مومن ومسلمان پر لازم وواجب ہے۔

سوال نمبر ۴۷۔

فجر کی نماز پڑھنے گئے تو امام دوسری رکعت میں قراءت کر چکے تھے ہم بھی جماعت میں شامل ہو گئے ہم کو سنت کب پڑھنی چاہیے؟

جواب۔

حکم شرع یہ ہے کہ فجر کی سنت واجب کی طرح ہے لہذا اس کے بارے میں ہمارے فقہا نے فرمایا ہے کہ آپ مسجد پہنچے فجر کی جماعت قائم ہو چکی تھی اور اگر آپ کا یہ

---

(113) فتاویٰ رضویہ ج:۹،ص:۱۸۸، مطبع: مرکز اہلسنت برکات رضا

خیال ہے کہ سنت پڑھنے کے بعد ہم امام کو تشہد وغیرہ میں پا سکتے ہیں تو آپ کے لیے حکم ہے کہ سنت پڑھ لیں اور جماعت میں شامل ہو جائیں اور اگر یہ اندیشہ ہے کہ ہم سنت پڑھیں گے تو امام سلام پھیر دے گا تو ایسی صورت میں آپ جماعت میں شریک ہو جائیں ،سنت نہ پڑھیں بہر حال اگر سنت پڑھے بغیر فجر کی نماز میں شامل ہو گئے تو امام محمد فرماتے ہیں کہ فجر کی سنت طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لینا بہتر ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”و یکرہ التنفل اذا اقیمت الصلاۃ الا سنۃ الفجر ان لم یخف فوت الجماعۃ“[114]

ترجمہ : جب جماعت کھڑی ہو جائے تو نوافل (یعنی غیر فرض) پڑھنا مکروہ ہے۔ہاں اگر جماعت چھوٹنے کا اندیشہ نہ ہو تو فجر کی سنتیں پڑھ لیں۔

سوال نمبر ۴۸۔

کون سا جانور پالنا جائز ہے کیا کتا اور بلی کو پالا جا سکتا ہے؟

جواب۔

بلی پالنے میں کوئی حرج نہیں ،ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے کہ سرکار ﷺ وضو فرما رہے تھے اور بلی آگئی سرکار ﷺ نے برتن کو جھکا دیا بلی

---

(114)فتاویٰ ہندیہ کتاب الصلاۃ ،الفصل الثالث فی بیان الاوقات التی لا تجوز فیھا الصلاۃ و تکرہ فیھا ،ج:۱،ص:۵۳

نے ایک طرف سے پانی پیا اور سرکار ﷺ نے دوسری طرف سے وضو کیا۔

"عن كبشة ابنة كعب بن مالك فكانت عند ابی قتادة دخل عليها قالت فسكبت له وضوء قالت فجائت هرة تشرب فاصغى لها الاناء حتى شربت قالت كبشة فرآنى انظر اليه فقال ا تعجبين يا ابنة اخى فقلت نعم فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انها ليست بنجس انما هى من الطوافين عليكم و الطوافات "(115)

ترجمہ : حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی کبشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو قتادہ آئے ، آپ نے ان کے وضو کے لیے پانی رکھا ، اتنے میں بلی آگئی ، حضرت قتادہ نے برتن بلی کے لیے جھکا دیا تاکہ وہ بآسانی پانی پی لے حضرت کبشہ فرماتی ہیں کہ حضرت قتادہ نے مجھے دیکھا اور فرمایا کہ بیٹی ! کیا تعجب ہو رہا ہے ؟ میں نے کہا جی ، اس پر انہوں نے ارشاد فرمایا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : بلی ناپاک نہیں ہے یہ گھر میں بکثرت آنے جانے والے میں سے ہے۔

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ بلی کا جوٹھا پاک ہے۔

کتے کے بارے سرکار ﷺ نے فرمایا جس گھر میں کتا یا کسی جاندرا کی تصویر ہو اس گھر میں اللہ کی رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے اس لیے گھر میں

(115) جامع الترمذی ج:۱ ص:۱۴

کتانہیں رکھنا چاہیے۔

بخاری شریف میں ہے:

عن ابی طلحۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا تصاویر'' (116)

ترجمہ: حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

اگر کوئی کتے کو حفاظت وغیرہ کے لیے گھر سے باہر رکھے اس میں شرعا کوئی ممانعت نہیں۔

سوال نمبر ۴۹۔

آپریشن کے ذریعے عورت کا رحم نکال دیا گیا وہ عدت حیض سے گزارے یا مہینوں سے یا سن ایاس تک انتظار کرے؟

جواب۔

مہینوں سے عدت گزارے، جو کہ تین مہینے ہیں۔

ہدایہ اولین میں ہے:

'' و ان کانت عمن لا تحیض من صغر او کبر فعدتها ثلاثۃ

(116) صحیح البخاری ج:۲ص:۸۸۰

اشھر " [117]

ترجمہ: اگر عورت کو کم عمری یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا اس کی عدت تین مہینہ ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

" و العدة لمن لم تحض لصغر و كبر او بلغت بالسن و لم تحض ثلاثة اشهر كذا فى النقاية" [118]

ترجمہ:

اگر کسی عورت کو کم عمری یا بڑھاپے یا سن ایاس کو پہنچ جانے کی وجہ سے حیض نہ آئے تو اس کی عدت تین مہینے ہیں۔ ایسا ہی نقایہ میں ہے۔

سوال نمبر ۵۰۔

کسی وہابی یا ہندو کے مرنے کی خبر سن کر اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھنا کیسا ہے؟

جواب۔

حدیث پاک سے ثابت ہے کہ ہر پریشانی اور مصیبت کے وقت اناللہ وانا الیہ راجعون کہا جا سکتا ہے، ایک مرتبہ سرکار ﷺ کے دولت خانہ پر چراغ بجھ گیا تو

---

(117) ہدایہ اولین : ص: ۴۰۳ باب العدة

(118) الفتاوى الهندية الباب الثالث عشر فى العدة ج : ۱ ص : ۵۲۶

سرکار ﷺ نے ''انا للہ و انا الیہ راجعون'' پڑھا۔ یہ حدیث پاک میں صراحت کے ساتھ ہے، لیکن کسی کافر یا مرتد کے مرنے پر'' انا للہ و انا الیہ راجعون ''ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے۔

سوال نمبر ۵۱۔ افطار کی دعا پہلے پڑھی جائے یا بعد میں؟

جواب۔ صحیح یہی ہے کہ افطار کی دعا افطار کرنے کے بعد پڑھنا چاہیے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

فی الواقع اس کا محل بعد افطار ہے،ابو داؤد عن معاذ ابن جبل بن زهرة انہ بلغہ ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم کان اذا افطر قال اللھم لک صمت و علیٰ رزقک افطرت '' فحمل افطر علیٰ معنی ارادة الافطار صرف عن الحقیقة من دون حاجة الیہ و ذا لا یجوز و ھکذا فی افطرت ''(119)

ترجمہ: امام ابودوٗد حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو کہتے '' اے اللہ میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے دیے ہوئے رزق پر افطار کیا'' لہذا '' افطر ''کو ارادہ افطار کے معنیٰ پر محمول کرنا بلا حاجت معنیٰ حقیقی کو چھوڑنا ہے جو کہ جائز نہیں ہے اور اسی طرح '' افطرت '' میں بھی۔

سوال نمبر ۵۲۔ سادہ کاغذ یا اخبار سے استنجا کرنا کیسا ہے؟

(119) فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص : ۶۵۱

جواب۔

سادہ کاغذ سے استنجا کرنا منع ہے اس لیے کہ وہ قابل احترام ہے اور قرآن بھی لکھا جاسکتا ہے، حدیثیں بھی لکھی جاسکتی ہیں، مسائل شرعیہ بھی لکھے جاسکتے ہیں ،اور یوں ہی اخبار سے بھی استنجا جائز نہیں علامہ شامی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' قلت لكن نقلوا عندنا ان للحروف حرمة و لو مقطعة و ذكر بعض القراء ان حروف الهجاء قرآن انزلت على هود عليه السلام ، و مفاده الحرمة بالمكتوب مطلقا ''[120]

ہاں وہ کاغذ جو لکھنے کے قابل نہ ہو اس سے استنجا کرنا جائز و درست ہے۔

سوال نمبر ۵۳۔ قبر پر ببول کا درخت ہو تو اس کو کاٹنا کیسا ہے؟

جواب۔ قبر پر ببول کا درخت ہو تو کوئی وجہ ممانعت نہ ہونے کے سبب اسے کاٹ سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۵۴۔ نماز کی حالت میں موبائل کی گھنٹی بجی تو فون کاٹنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب۔

عمل کثیر سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور عمل کثیر کو آپ یوں سمجھیں کہ کسی ایک رکن میں کسی کام کو تین مرتبہ کریں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی ، اگر گھنٹی بجی اور آپ نے ہاتھ

(120) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۵۵۲، كتا ب الطهارة ،باب الانجاس

ڈال کرایک یادومرتبہ میں فون کاٹ دیاتونماز فاسد نہیں ہوگی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''و اذا حک ثلاثا فی رکن واحد تفسد صلاتہ''(121)

ترجمہ: اگر کسی شخص نے ایک رکن میں تین مرتبہ کھجایا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی ورنہ نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''و العمل الکثیر یفسد الصلاۃ و القلیل لا کذا فی محیط السرخسی'' (122)

ترجمہ: عمل کثیر سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور عمل قلیل سے فاسد نہیں ہوتی۔

سوال نمبر۵۵۔ بچے کا جنم دن یاسالگرہ منانا کیسا ہے؟

جواب ۔

جنم دن اس طرح منانا کہ اللہ کے شکر کے طور پر ہو کہ اے اللہ تعالیٰ تونے اس تاریخ کو بیٹا عطا کیا ہم تیری اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں لہذا شکرانہ نماز پڑھ لینا یا صدقہ کر دینا یا اللہ کے نیک بندوں کی فاتحہ دلا دینا تو اس میں شرعا کوئی حرج نہیں اور انگریزوں کے طریقے پر خلاف شرع کام کرنا جائز نہیں۔

سوال نمبر۵٦۔ کیا نماز میں ہچکی آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

---

(121) فتاویٰ عالمگیری ج : ۱ ص: ۱۰۴ الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ و ما یکرہ فیھا

(122) الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ و ما یکرہ فیھا ج: ۱ ص : ۱۰۱

جواب۔ نہیں، یہ وضو توڑنے والی چیزوں میں سے نہیں ہے۔

نور الایضاح میں ہے:

ینقض الوضو اثنا عشر۔ شیئا ما خرج من السبیلین الا ریح القبل فی الاصح و ینقضہ ولادۃ من غیر رؤیۃ دم و نجاسۃ سائلۃ من غیر ھما کدم و قیح و قئی طعام او ماء اوعلق اومرۃ اذا ملا الفم ---۔ و نوم لم تتمکن فیہ المقعدۃمن الارض و ارتفاع مقعدۃ نائم قبل انتباھہ و ان لم یسقط فی الظاھر و اغماء و جنون و سکر و قھقھۃ بالغ یقظان فی صلوۃ ذات رکوع و سجود و لو تعمد الخروج بھا من الصلوۃ و مس فرج بذکر منتصب بلا حائل"[123]

سوال نمبر ۷۵۔ کسی نے کہا خدا کی قسم یہ کام نہیں کروں گا اور مجبوری میں وہ کرنا پڑا تو کفارہ لازم ہو گا یا نہیں؟

جواب۔ ایسی صورت میں کفارہ واجب ہو جائے گا ہاں یہ ضروری ہے کہ اگر کسی ناجائز کام کی قسم کھائی مثلا کہ وہ اپنے والدین سے بات نہیں کرے گا یا ان کی خدمت نہیں کرے گا تو اس پر واجب ہے کہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے اور قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا انکو کپڑا پہنائے یا ایک غلام آزاد کرے اور یہ نہ کر سکے تو تین روزے رکھے۔

قرآن پاک میں ہے:

---

(123) ص : ۲۷ تا ۲۸

فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام ذلک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم ''[124]

تنویر الابصار میں ہے:

و کفارتہ تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین او کسوتھم بما یسترعامۃ البدن ۔۔۔ و ان عجز عنها کلها وقت الاداء صام ثلاثۃ ایام ولاء [125]

سوال نمبر ۵۸۔ صرف ہاتھ اٹھا کر سلام کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: صرف ہاتھ اٹھا کر سلام کرنے سے سنت ادا نہیں ہو گی، ہاں اگر سلام کرنے والے نے زبان سے السلام علیکم کہا اور ساتھ ہی ہاتھ بھی اٹھا دیا تو یہ شرعاً ناجائز و گناہ نہیں۔

حدیث پاک میں ہے:

عن عمر وبن شعیب عن ابیہ عن جده ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال لیس منا من تشبہ بغیرنا لاتشبهوا با لیهودولا بالنصاریٰ فان تسلیم الیهودالاشارۃ با لاصابع وتسلیم النصاریٰ الاشاره بالاکف[126]

(124) القرآن الکریم سوره مائده آیت ۸۹

(125) تنویر الابصارکتاب الایمان ج : ۵ ص : ۵۰۲ تا ۵۰۵

(126) جامع التر مذی ج، ۲

سوال نمبر ۵۹۔ دوران وضو دنیاوی باتیں کرنا کیسا ہے؟

جواب۔ دوران وضو بلا ضرورت دنیاوی باتیں کرنا مکروہ ہے۔

نور الایضاح میں '' یکرہ للمتوضی ستۃ اشیاء '' کے تحت ہے:

'' و التکلم بکلام الناس ''[127]

تنویر الابصار مع در المختار میں ہے:

و عدم التکلم بکلام الناس الا لحاجۃ تفوتہ [128]

سوال نمبر ۶۰۔ عورت عدت وفات کتنے دن گزارے گی؟

جواب۔

چار مہینے دس دن۔

قرآن پاک نے فرمایا:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

[129]

ہدایہ اولین میں ہے

وعدۃ الحرۃ فی الوفاۃ اربعۃ اشھر و عشر [130]

---

(127) نور الایضاح ،ص : ۲۵ فصل فی الوضو

(128) نور الایضاح کتاب الطھارۃ ص:۲۸

(129) سورۃ بقرہ پارہ ۲ آیت ۲۳۴

سوال نمبر۶۱۔ تعزیہ کے سامنے کھانا رکھ کر ہاتھ باندھ کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب۔ تعزیہ کے سامنے کھانا رکھ کر فاتحہ پڑھنے سے ہمارے فقہائے کرام نے منع فرمایا ہے لہذا اس کی اجازت نہیں۔

سوال نمبر۶۲۔ امام پر سجدہ سہو واجب نہیں تھا پھر بھی کر لیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب۔ امام پر سجدہ سہو واجب نہیں تھا پھر بھی اس نے کر لیا تو ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی، مگر ایسا کرنا ممنوع ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

بے حاجت نماز میں سجدہ سہو زیادت اور ممنوع ہے مگر نماز ہو جائے گی (131)

سوال نمبر۶۳۔ اللہ کو اوپر والا کہنا کیسا ہے؟

جواب۔

حرام ہے اور اگر اوپر کا معنی حقیقی مراد لیا تو کفر ہے۔

سوال نمبر۶۴۔ اگر کوئی سامان پڑا ملا تو اس کو کیا کریں؟

جواب۔ اس کو اٹھا کر حفاظت سے رکھ لیں اور جو علاقائی مسجدیں ہیں ان میں اعلان کروادیں، اخبار میں دے دیں کہ فلاں جگہ آپ کا یہ سامان ملا ہے، وہ آئے اور اپنی شناخت بتا کر لے جائے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ ایک سال تک اس کا

---

(130) کتاب النکاح باب العدۃ ص : ۴۰۳

(131) فتاویٰ ضویہ : ۶ ص : ۳۲۸ مطبع برکات رضا

انتظار کرے، اگر مالک نہ ملنے پائے تو کسی بھی کار خیر میں خرچ کر ڈالے، پھر اگر اس کا مالک آجائے تو پھر اپنی طرف سے اسے لوٹا دے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

و یعرف الملتقط اللقطۃ فی الاسواق و الشوارع مدۃ یغلب علی ظنہ ان صاحبھا لا یطلبھا بعد ذلک ھو الصحیح کذا فی مجمع البحرین [132]

بہار شریعت میں ہے:

ملتقط پر تشہیر لازم ہے یعنی بازاروں اور شارع عام اور مساجد میں اتنے زمانے تک اعلان کرے کہ ظن غلب ہو جائے کہ مالک اب تلاش نہ کرتا ہوگا، یہ مدت پوری ہونے کے بعد اسے اختیار ہے کہ لقطہ کی حفاظت کرے یا کسی مسکین پر تصدق کر دے مسکین کو دینے کے بعد اگر مالک آگیا تو اسے اختیار ہے کہ صدقہ کو جائز کر دے، یا نہ کرے اگر جائز کر دیا ثواب پائے گا اور جائز نہ کیا تو اگر وہ چیز موجود ہے اپنی چیز لے لے اور ہلاک ہو گئی ہے تو اختیار ہے کہ ملتقط سے تاوان لے لے۔[133]

سوال نمبر ۶۵۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تعزیہ کی بنیاد خواجہ غریب نواز نے رکھی ہے یہ کہاں تک صحیح ہے؟

جواب۔ یہ خالص جھوٹ ہے، اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا ایک فتویٰ

(132) فتاویٰ ھندیہ جلد دوم ص:۲۸۹، کتاب الایمان

(133) لقطہ کا بیان ج: ۲ص ۴۷۵ حصہ ۱۰

فتاویٰ رضویہ میں ہے ۔ تیمور لنگ جو کہ کربلا شریف ہر سال جایا کرتے تھے ،ایک سال مجبوری میں جانہ پائے تو انہوں نے وہیں پر امام عالی مقام کا روضہ پاک کا نقشہ تیار کیا اور انہوں نے ہی اس کی بنیاد رکھی یہ کہنا خواجہ غریب نواز نے اس کی بنیاد رکھی یہ خالص جھوٹ ہے ،مروجہ تعزیہ داری کی اصل تو کہیں ملتی ہی نہیں ہے۔اگر تعزیہ داری حدود شرع کا احترام کرتے ہوئے کی جائے تو جائز ہے ورنہ ناجائز وحرام۔

سوال نمبر٦٦۔نماز میں جب الحمد شریف پڑھتے ہیں تو بسم اللہ شریف پڑھنا چاہیے یا نہیں ؟

جواب۔نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد سبحانک الخ یعنی ثنا پڑھیں ،پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھیں ،اور الحمد کے بعد سورت ملانے سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھ لینا مستحب ہے۔

تنویر الابصار مع در المختار میں ہے

و سمی سرا فی اول کل رکعۃ و لو جھریۃ

ردالمحتار میں ہے

صرح فی الذخیرۃ و المجتبی بانہ ان سمی بین الفاتحۃ و السورۃ المقروئۃ سرا او جھرا کان حسنا عند ابی حنیفۃ[134]

سوال نمبر٦٧۔باجماعت نماز پڑھنے میں امام جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو مقتدی کو سمع اللہ لمن حمدہ کہنا چاہیے یا ربنا لک الحمد ؟

---

(134) رد المحتار کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ ج : ٢ ص : ١٩١ تا ١٩٢

جواب۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام کہے سمع اللہ لمن حمدہ اور مقتدی کہے، ربنا لک الحمد ۔

بخاری شریف میں ہے:

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیہ و سلم قال اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد [135]

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا کام تقسیم فرما دیا ہے، اب اگر مقتدی نے امام کے ساتھ رکوع سے کھڑا ہوتے وقت ربنالک الحمد کے بجائے سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو نماز ہو جائے گی مگر ایسا کرنا خلافِ سنت ہے۔

سوال نمبر ٦٨۔ جو حضرات حالت نماز میں بار بار ادھر ادھر بدن کھجلاتے ہیں اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب۔

مسئلہ یہ ہے کہ عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے کوئی ایسا عمل کرے جس سے یہ محسوس ہو کہ نماز میں نہیں اسے یوں سمجھیں کہ ایک رکن میں کوئی کام تین بار کرنا عمل کثیر ہے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لہذا ایک رکن میں اگر تین مرتبہ الگ الگ کھجایا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

---

(135) صحیح البخاری باب فضل اللهم ربنا لک الحمد ج : ١ ص ١٠٩

العمل الكثير يفسد الصلاة [136]

اور دوسری جگہ ہے:

'' اذا حک ثلاثا فی رکن واحد تفسد صلاتہ''[137]

سوال نمبر٦٩۔اولیائے کرام کے عرس منانے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

جواب۔ عرس کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ عرس اس انداز میں منایا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے خلاف کوئی کام نہ ہو، وہی عرس، عرس ہے۔

سوال نمبر٧٠۔وہ عرس جو شرعی طور پر نہیں منایا جاتا ہے اس میں چندہ دینا کیسا ہے؟

جواب۔ناجائز ہے۔

سوال نمبر٧١۔اگر کوئی مومن پھانسی لگاکر یا آگ لگاکر مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

جواب۔ خودکشی کرنے سے میرے آقا ﷺ نے حدیث پاک میں منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: خودکشی کرنے والا جہنمی ہے، مگر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کے لیے

---

(136) فتاوی عالم گیری الباب السابع فی ما یفسد الصلاۃ و ما یکرہ فی الصلاۃ ج : ١ ص ١٠١

(137) فتاوی عالم گیری الباب السابع فی ما یفسد الصلاۃ و ما یکرہ فی الصلاۃ ج : ١ ص ١٠٤

مغفرت کی دعا کرنا بھی جائز و درست ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: من قتل نفسہ عمدا یصلی علیہ عند ابی حنیفۃ و محمد رحمھما اللہ و ھو الصحیح کذا فی التبیین۔[138]

بہار شریعت میں ہے:

جس نے خودکشی کی حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے مگر اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے گی اگرچہ قصداً خودکشی کی ہو[139]۔

سوال نمبر ۲۷۔ کافر کے لیے دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے؟

جواب۔ کافر کے لیے مغفرت کی دعا کرنا کفر ہے اگر دیدہ و دانستہ کافر کے لیے مغفرت کی دعا کرے گا تو خود کافر ہو جائے گا۔

فتاویٰ شامی میں ہے: ''ان الدعا بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذیب اللہ تعالیٰ فیما اخبر بہ''[140]

---

(138) فتاوی عالم گیری الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت ، ج:۱

(139) بہار شریعت نماز جنازہ کا بیان حصہ ۴ ص: ۸۲۷

(140) ردالمحتار کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ ج ۲ ص :۲۳۶

سوال نمبر ۷۳۔ وہ عورت جس پر غسل واجب ہے وہ اپنے ہاتھ سے فاتحہ وغیرہ کا تبرک بنا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب۔ اگر عورت ناپاک ہے تو فاتحہ کا کھانا بنا سکتی ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا" ان حیضتک لیست بیدک "۔[141] کہ تمھارا حیض تمھارے ہاتھوں میں نہیں ہے" ہاں اگر دل گوارہ نہ کرے تو نہ بنائے اس میں کوئی حرج نہیں۔

سوال نمبر۔۷۴ کیا عورتوں کو فاتحہ دینا جائز ہے؟

جواب۔ جب عورتیں قرآن شریف کی تلاوت کر سکتی ہیں درود شریف وغیرہ پڑھ سکتی ہیں تو فاتحہ بھی دے سکتی ہیں ان کے فاتحہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

سوال نمبر ۷۵۔ کیا ڈھیلا سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا ضروری ہے؟

جواب۔ عرب میں پانی کی بہت قلت تھی اور بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین استنجا بالحجر پر اکتفا کیا کرتے تھے ہاں اگر نجاست درہم سے زیادہ متجاوز نہ ہو تو ڈھیلا کافی ہے پھر بھی پانی سے دھولینا افضل اور بہتر ہے۔ اور اگر نجاست درہم سے متجاوز ہو جائے تو پانی سے دھونا فرض ہے۔

---

(141)مشکوٰۃ شریف باب الحیض ص: ۵۶

نورالایضاح میں ہے: و ان کان ما فی المخرج قلیلا و ان یستنجی بحجر منق و نحوه و الغسل بالماء احب و افضل۔[142]

دوسرے مقام پر ہے:

" وان تجاوز و کان قدر الدرہم وجب ازالتہ بالماء وان زاد علی الدرہم افترض غسلہ بالماء"[143]

سوال نمبر ۷۶: کھیت بٹائی پر لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بعض صورتوں میں کھیت کو بٹائی پر دینا جائز ہے اور بعض صورتوں میں ناجائز، جائز اور ناجائز صورتوں کو ذیل کے سطور میں بیان کیا جاتا ہے:

کھیت کو بٹائی پر دینے کی جائز صورتیں:

فقہائے کرام نے جواز کی درج ذیل صورتیں بیان کی ہیں:

(۱) کھیت والا صرف کھیت اور بیج دے، اور بٹائی پر لینے والا اپنے ہل بیل یا ٹریکٹر وغیرہ سے جوتائی بوائی وغیرہ کرے۔

(۲) کھیت والا صرف کھیت دے، باقی جوتنے کے آلات یعنی ہل بیل ٹریکٹر، بیج کھاد وغیرہ ساری چیزیں بٹائی پر لینے والے کے ذمے ہوں۔

---

(142) نور الایضاح فصل فی الاستنجاء ص : ۱۸

(143) نور الایضاح ،ص:۱۸

(۳)بٹائی پر لینے والے کی صرف محنت ہو، باقی کھاد بیج وغیرہ، ساری چیزیں کھیت والے کے ذمے ہوں ۔

کھیت بٹائی پر دینے کی ناجائز صورتیں:

(۱)کھیت اور بیل یعنی جوتنے کا آلہ کھیت والے کا ہو، اور بیج کھاد محنت وغیرہ بٹائی پر لینے والے کے ذمے ہوں۔

(۲)کھیت اور محنت کھیت والے کی ہو، اور بیل یعنی جوتنے کا آلہ، بیج وغیرہ بٹائی پر لینے والے کے ذمے ہوں۔

(۳)ایک کے ذمے فقط بیل اور دوسرے کے ذمہ باقی سب کچھ۔

(۴)ایک کے ذمہ بیج، باقی ساری چیزیں دوسرے کے ذمہ

در مختار میں ہے:

صحة لو كان الارض والبذرلزيد والبقر والعمل للآخر، او الارض له والباقی للآخر، والعمل له والباقی للآخر، فهذه الثلاثة جائزة وبطلت فی اربعة اوجه ،لو كان الارض والبقر لزيد اوالبقر والبذر له والآخران للأخر، اوالبقروالبذر له والباقی للآخر۔ (144)

لہذا درج بالا تفصیلات کے مطابق کھیت بٹائی پر لینا اور دینا صرف تین صورتوں میں جائز ہوگا آخر کی چار صورتوں میں جائز نہیں ہوگا۔

(144) در المختار المجلد التاسع ص: ۳۳۴،۳۳۵

سوال نمبر ۷۷۔ نئے نوٹوں کو پرانے نوٹوں کے بدلے کمی وبیشی کے ساتھ خریدنا اور بیچنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب: صورت مذکورہ میں نئے نوٹوں کی گڈی پرانے نوٹوں کے بدلے کمی وبیشی کے ساتھ نقد بیچنا اور خریدنا جائز ہے، ہاں ادھار بیچنا اور خریدنا ناجائز وحرام ہے۔

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے:

" وان وجد احدهما ای القدر والجنس حل الفضل وحرم النسأ ولو مع التساوی "(145)

ایسا ہی بہارِ شریعت حصہ یازدہم بیع کے بیان میں بھی ہے۔

سوال نمبر ۷۸ ۔ محفل سماع مزامیر کے ساتھ سننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ یہ مسئلہ کچھ تفصیل چاہتا ہے قدرے تفصیل ملاحظہ کیجئے

اس خادم کے نزدیک راجح یہی ہے کہ اگر مزامیر کا استعمال بطور لہو ولعب ہو تو یقیناناجائز وحرام وگناہ اور اگر لہو ولعب اور دیگر فواحش ومنکرات ومنھیات شرعیہ نہ ہوں تو یقینا جائز ومباح ہے بلکہ حسب نیت استحباب بھی محتمل۔

علامہ شامی قدس سرہ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

" هذا یفید ان آلة اللهو لیست محرمة لعینها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او المشتغل بها و به تشعر الاضافة الا تری ان

(145) تنویر الابصار مع در المختار جلد ۴ ص: ۴۰۴، باب الربٰو من کتاب البیوع،

ضرب تلک الآلۃ بعینها حل تارۃ و حرم اخری باختلاف النیۃ و الامور بمقاصدها و فیہ دلیل لساداتنا الصوفیۃ الذین یقصدون امورا هم اعلم بها فلا یبادر المعترض بالانکار کی لا یحرم برکتهم فانهم السادۃ الاخیار "(146)

عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ" ایضاح الدلالات فی سماع الآلات " ص ۱۸ پر فرماتے ہیں:

" و الحاصل ان هذه المسئلۃ سماع الآلات المطربۃ بانواعها مع الصوت الطیب لا یجوز اطلاق الحرمۃ فیها من غیر تقییدها بالملاهی او بآلات اللهو او نحو ذالک مما یدل علیٰ کونها مستعملۃ لاجل اللهو کما مقید بذالک فی غالب الاحادیث و ان کانت مطلقۃ فی البعض فان الاحادیث یفسر بعضها بعضا کالآلات "(147)

اور اسی کے ص: ۲۰ پر ہے:

" و هذه مقیدۃ بذالک ایضا فی عبارات جمیع الفقهاء من المذاهب الاربعۃ و ان اطلق بعضهم فمراده التقیید عملا بالتفصیل المفهوم من الدین بالضرور و العاقل اللبیب تکفیہ الاشارۃ "

نیز دوسری جگہ ص: ۳و۴ پر ہے:

" عن ابن الغرس رحمۃ اللہ تعالیٰ قال ان اطلاق الفقهاء فی

---

(146) رد المحتار ج : ۹ ص : ۵۰۵ ، کتاب الحظر والاباحۃ

(147) ایضاح الدلالات فی سماع الآلات " ص ۱۸

الغالب مقید بقیود یعرفها صاحب الفهم المستقیم الممارس للاصول و الفروع و انما یسکتون عنها اعتمادا علی صحۃ فهم الطالب الحاذق ''

علامہ شامی اور علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرھما کی ان عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ لہو ولعب کے طور پر ان آلات کا استعمال ہو تو حرام ہیں ورنہ نہیں، اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ معازف و مزامیر کی حرمت میں جو احادیث وارد ہیں وہ مطلق نہیں بلکہ لہو ولعب کی قید سے مقید ہیں نیز ان عبارات نے یہ افادہ بھی کیا کہ جن اکابر و مشائخ اور فقہائے کرام نے ان آلات کی حرمت کو مطلق بیان کیا ہے ان کا موقف بھی یہی ہے کہ ان کی حرمت علت لہو و لعب سے مقید ہے ۔ اخیر میں علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ العزیز سماع مع مزامیر پر یوں فتویٰ صادر فرماتے ہیں:

و اذا تقیدت هذه المسئلۃ بقید اللهو کان الافتاء بحرمۃ هذه الآلات المطربۃ یشترط بالتلهی بها و ان لم یکن لاجل التلهی فلیست بحرام بل هی مباحۃ حینئذ لجمیع المسلمین و المومنین سوا کانوا من العامۃ القاحرین او من الخاصۃ الکاملین (148)

علامہ شامی علیہ الرحمہ کی مذکورہ بالا عبارت یہ صاف صاف بتارہی ہے کہ مزامیر کا استعمال اگر لہو ولعب کے طور پر نہ ہو تو ناجائز و حرام نہیں، اہل انصاف کے لیے مذکورہ عبارات ہی جواز سمجھنے کے لیے کافی ہیں علامہ شامی قدس سرہ کی ذکر کردہ عبارات کے کچھ

(148)ایضاح الدلالات فی سماع الآلات '' ص ۶۲

فوائد ملاحظہ فرمائیں ۔ علامہ شامی " و بہ تشعر الاضافۃ" کے ذریعہ ایک اصولی مسئلہ کی طرف اشارہ کررہے ہیں وہ یہ ہے کہ اکثر وبیشتر احکام کی اضافت علت اور سبب کی طرف ہوتی ہے مثلاً صومِ رمضان کہ رمضان سبب ہے فرضیت صوم کا" صلوٰۃ الظہر" کہ وقت ظہر سبب ہے فرضیت صلاۃ ظہر کا حج بیت اللہ کہ کعبہ مکرمہ سبب ہے فرضیت حج کا اسی طرح زکوٰۃ المال کہ مال سبب ہے فرضیت زکوٰۃ کا اس کی تفصیل اصول فقہ میں مذکور ہے لہذا آلات غنا جس کو آلات لہو کہا جاتا ہے اس کی اضافت لہو کی طرف کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ آلات یعنی مزامیر کی حرمت کا سبب لہو و لعب ہے اگر ان آلات سے لہو و لعب مقصود ہو تو ناجائز و حرام ورنہ نہیں ۔ نیز ردالمحتار کی عبارت" باختلاف النیۃ" نے یہ افادہ کیا کہ اس مسئلہ کا تعلق نیت سے ہے لہذا سرکار اقدس ﷺ کے ارشاد گرامی " ھلا شققت قلبہ "کے پیش نظر وہ علما و مشائخ کرام جو محفل سماع مع مزامیر منکرات شرعیہ کے اجتناب کے ساتھ سنتے ہیں ان کے بارے میں بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

مزامیر یعنی آلات لہو و لعب بروجہ لہو و لعب بلا شبہ حرام ہیں۔[149]

گویا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے اس فتوی میں یہ دعوی فرمایا کہ مزامیر کی حرمت اسی وقت ہے جب ان کا استعمال بروجہ لہو لعب ہو اب بعد کو آنے والے جتنے دلائل ہیں خواہ وہ سرکار محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کا ارشاد" مزامیر حرام است" ہو یا دیگر

---

(149) فتاوی رضویہ ج: ۹ ص: ۵۴

دلائل ان سب میں حرمت بروجہ لہو ولعب ہی مراد ہوگی ورنہ دلائل کا دعوے پر انطباق نہ ہوگا ہاں دور حاضر کی عام طور پر مروجہ قوالیاں, لیڈیز جینس(Ladies and Jents)مقابلے، عورتوں مردوں کامخلوط مجمع، فحاشی وبے حیائی کاماحول نہ اذان کاخیال نہ نماز وجماعت کا اہتمام ایسی قوالیوں کے ناجائز وحرام ہونے میں شک نہیں اللہ تعالٰی ہم سب کوفہم مستقیم اور تمام مشائخ واکابر کی تعظیم وتوقیر بجالانے کی توفیق عطافرمائے اور فروعی مسائل میں بیجا اختلاف سے محفوظ ومامون فرمائے اور تمام امور میں اتباع شرع کی توفیق عطافرمائےآمین ، بجاہ حبیبہ الکریم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلیہ وصحبہ اجمعین ۔

جامعہ صمدیہ

جامعہ صمدیہ حضور حافظ بخاری خواجہ بیکس نواز سید عبد الصمد چشتی قدس سرہ النورانی کے نامِ نامی سے منسوب ایک عظیم دینی قلعہ اور معیاری تعلیم و تربیت کا گہوارہ ہے جس کی بنیاد ۱۹۹۵ء میں انجمن چشتیہ مصباحیہ کے سرپرست اور آستانہ عالیہ صمدیہ مصباحیہ کے سابق سجادہ امام الکاملین سید المتوکلین عارف باللہ حضرت علامہ شاہ سید محمد اکبر میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دست اقدس سے رکھی تھی، بحمدہ تعالیٰ یہ ادارہ آج بھی ان ہی کے روحانی فیوض و برکات سے اپنی بے سروسامانی کے باوجود انتہائی شان و شوکت کے ساتھ منزل مقصود کی جانب رواں دواں ہے۔

جامعہ صمدیہ میں درس نظامی (اعدادیہ تا فضیلت)، شعبہ افتاء، شعبہ حفظ و قراءت کی تعلیم کا باضابطہ انتظام ہے۔ تقریبا چار سو بیرونی طالبانِ علوم نبویہ جامعہ میں زیرِ تعلیم ہیں، ۱۸؍ اعلیٰ صلاحیت کے حامل باوقار علما و حفاظ کی ٹیم طالبانِ علوم نبویہ کو جامِ علم و فضل سے شادکام کر رہی ہے۔

بحمدہ تعالیٰ ہر سال جامعہ سے درجہ فضیلت، عالمیت، شعبہ تربیت افتا اور حفظ و قراءت سے فارغ ہونے والے طلبہ کو خلعت و دستار سے نوازا جاتا ہے، جو ملک کے مختلف گوشوں میں علمی و تبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس گلشنِ علم و فضل کو سرسبز و شاداب رکھنے اور اس کاروانِ علم و فن کو دوام و استحکام بخشنے کے لیے اہلِ خیر کے مخلصانہ تعاون کی ضرورت ہے۔

سید محمد انور چشتی
ناظمِ اعلیٰ جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف، ضلع اوریا، یوپی

JAMIA SAMADIA
Phaphund Shareef Distt. Auraiya U.P. 206247
Mob.9451654826.9794546626
website:www.muftianfasulhasanchishti.com